ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

منشاء حکومت الٰہیہ

اللہ کے احکام اور اوامر و نواہی کی حفاظت و رعایت جب کہ تم اپنی ذات اور اپنی منزل زندگی میں نہیں کر رہے ہو تو دنیا کا نظم و نسق تمہارے حوالے کیسے کر دیا جائے

ایمان والوں کو حکومت ارضی دینے سے تو منشاء الٰہی یہی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی مرضیات اور اس کے احکام کو دنیا میں نافذ کریں۔ تو تم جب اپنے حدود و اختیار میں آج یہ نہیں کر رہے ہو تو دنیا کی حکومت تمہارے سپرد کر کے کل کے لیے تم سے اس کی کیا امید کی جا سکتی ہے ؟

(حضرت مولانا محمد الیاس رح)

۲۵ ذوالحجہ ۹۶ھ
۱۷ دسمبر ۷۶ء

احادیث الرسولؐ

قربِ قیامت کی علامتیں

عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ۔ حَتّٰی تَقْتُلُوْا اِمَامَکُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْیَافِکُمْ وَیَرِثُ دُنْیَاکُمْ شِرَارُکُمْ

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کر دو ایک دوسرے کو تلواریں مارو اور تمہارے شریر لوگ دنیا کے مالک ہو جائیں۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے اعمال کا دنیا پر کیا اثر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گناہ کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا میں طبعی اسباب اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہی انسان کو فائدہ ہو جاتا ہے اور کبھی نقصان پہنچ جاتا ہے معلوم نہیں یہ خیال انہوں نے کس بناء پر قائم کیا ہے۔ کوئی مضبوط دلیل تو آج تک کسی نے بیان نہیں کی۔ کسی نے کہا بھی تو فقط اتنا کہ اس کے سوا کچھ ماننا عقل کے خلاف ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کس کی عقل کے خلاف ہے؟ اگر خود کہنے والے کی عقل مراد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتا ہے اور ایسا سمجھنا خود عقل کے خلاف ہے۔ دنیا میں خود دنیا والوں کا قول ہے ؎

جہاں میں ہیں ایسے خداوندِ زور
کہ رستم کو سمجھے ہیں مانندِ مور

یہاں ایک سے ایک قابلیت میں بڑھ چڑھ کر ہے لیکن ایسے لوگ کم ہیں جن کی عقل انسان کی بہتری کی باتیں وثوق کے ساتھ بتا سکتی ہو، ایسے لوگ اگر ہیں تو وہی ہیں جن کو اللہ نے رسالت سے نوازا اور نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام حرص و ہوا، طمع و لالچ سے خالی ہوتے ہیں۔ یہی چیزیں انسان کی عقل کو تباہ کرنے والی ہیں یہ لوگ شہرت جاہ و جلال کے طالب نہیں ہوتے۔ جن کی طلب عقل کی کمی کی صاف نشانی ہے ان میں انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اور جب تک یہ نہ ہو انسان کے نفع کی بات کسی کے منہ سے نکل ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالےٰ کے نبیوں اور رسولوں کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے بُرے اعمال دنیا میں بھی تباہی کا باعث ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اسے کبھی چین سے نہ رہنے دیں گے۔

اس حدیث میں نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دنیا کی بابت فرمایا ہے کہ مصیبتیں انسان پر اس کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ سب سے بڑی مصیبت قیامت ہے۔ اس کے آنے کے لیے انسان کے اعمال کا انتہائی درجہ کا خراب ہونا ضروری ہے اور اعمال کی انتہائی خرابی یہ ہے کہ اچھے اخلاق و اعمال والے لوگ ذلیل سمجھے جائیں اور ان کو مار ڈالا جائے۔ مار پیٹ، قتل و غارت، دنگا فساد ہر جگہ پھیل جائے۔ حکومت اور مال و دولت پر بُرے اخلاق اور بُرے اعمال والوں کا قبضہ ہو جائے۔

ضرورت ہے کہ ہم حالات کا جائزہ لیتے رہیں کہ کہیں ایسا ہونا تو شروع نہیں ہو گیا ہے۔ اگر دیکھیں کہ اس قسم کے کچھ آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے ہیں تو فوراً اس کا تدارک شروع کر دیں۔ بڑوں کی بے ادبی اور لاابالی پن کی روک تھام کریں۔ شریروں کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ کہ یہ خرابیاں قربِ قیامت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

برادرانِ پاکستان سے!

دن گزرتے دیر نہیں لگتی لیکن دن کتنے بھی گزر جائیں حادثات کی یاد اسی طرح باقی رہتی ہے جتنی روز اوّل۔

۱۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء کی شام تک "پاکستان" دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک تھا اور پوری دنیا میں اس لحاظ سے اس کی اہمیت تھی لیکن اس تاریخ کو جو حادثہ رونما ہوا اس نے جہاں اس منفرد اعزاز کو ہم سے چھین لیا وہاں ہماری قومی و ملی زندگی پر وہ داغ لگایا جو بقول شخصے سات سمندروں کے پانی سے بھی دُھل نہیں سکتا۔

حادثہ تو ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ حادثہ بڑا المناک اور اندوہناک تھا لیکن اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ ہے کہ اتنے بڑے حادثہ کے ذمہ دار افراد کی نہ تو آج تک تعیین ہو سکی اور نہ ہی ان کے اس بھیانک جرم کی انہیں کوئی سزا ملی۔

کسی بھی قوم کی موت و حیات کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ قومی و ملی معاملات میں کس حد تک بیداری کا مظاہرہ کرتی ہے؟

ہمارے یہاں ایک مدت سے یہ ریت دہرائی جا رہی ہے کہ قومی مجرم اور ملی مفادات سے غداری کرنے والوں کو قوم نے سر پر بٹھایا۔ اور مخلص و دیانت دار افراد اور رہنماؤں کو مختلف طرح کے [illegible] نوازا گیا۔

اس کی سب سے بڑی مثال تو یہ ہے کہ برصغیر میں انگریزی راج کے دوران جو لوگ قوم و ملت سے پیہم غداری کرتے رہے اور جنہوں نے ہر آن اور ہر گھڑی انگریزی مفادات کو تحفظ فراہم کیا ان کی آج بھی چاندی ہے۔

یہ تو وہ لوگ تھے جنہوں نے

- حرمین شریفین کی مقدس سرزمین کو ترکان احرار کے خون سے رنگین کیا۔

● بغداد کی مردم خیز زمین میں آسودہ خواب اساطین ملّت اور فرزندان توحید کی روح کو تڑپایا۔

● گیلی پولی کے میدان میں خلافتِ عثمانیہ کے محافظ ترکوں کے سینے چھلنی کئے۔

● بھرے بازار میں خلیفۃ المسلمین کی عفت مآب بیٹی کے سر سے دوپٹہ چھین کر اسے بالوں سے گھسیٹا۔

● اور اندرونِ ملک ان بے ننگ و نام افراد نے جو خونی ڈرامے رچائے اور جس طرح وطن کی خاک اور ملّت کی آن کو بھینٹ چڑھایا وہ کوئی ڈھکی ہوئی داستان نہیں۔

اس ضمیر فروشی اور اس سے بڑھ کر قوم فروشی کے اس بھیانک جرم کے سبب ان لوگوں کو

● سرکار کے دربار میں کرسی مل گئی۔ ان کے نام "معززین شہر" کی فہرست میں لکھے گئے، جاگیریں مل گئیں۔ سر، خان بہادر، خان صاحب اور شمس العلماء جیسے خطاب مل گئے اور بس۔

حق یہ تھا کہ آزادی کے بعد ان لوگوں کا حساب چکایا جاتا، ان کی جاگیریں ضبط کر کے ان شہداءِ حریت کی اولاد کو دی جاتیں جنہوں نے خاکِ وطن کی حفاظت اور کلمۂ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنا خون بہایا تھا، ان کے طرۂ بیت ان کے سر اڑا دیے جاتے۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور اب تک یہی لوگ نسل در نسل قوم کے سروں کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ اور قوم ہے کہ کمال بے نیازی سے ان کو برداشت کرتی چلی جا رہی ہے۔

یہی حال یہاں ہوا ملک کا بازو جو آبادی کے اعتبار سے بڑا تھا کٹ گیا، جی نہیں کاٹا گیا۔ کاٹنے والے وہی تھے جن کے آباء و اجداد انگریزی ظلِ عاطفت میں پناہ لینے پر فخر محسوس کرتے تھے لیکن اے بسا آرزو کہ خود فراموش قوم ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے حساب چکانے کا نہ سوچا، قومی مجرموں کو تلاش نہ کیا اور جب تلاش ہی نہیں کیا تو سزا کیسی؟

ہم سمجھتے ہیں کہ قومی مجرموں کی تلاش مشکل نہیں۔ اگر قوم زندہ ہوتی، بیدار ہوتی، اس کا ملّی شعور اور قومی احساس بیدار ہوتا تو وہ "آستین کے خون" سے ان "مارِ آستینوں" کو پہچان لیتی لیکن وہ خود بھول بھلیوں کا شکار ہے۔ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ خود غرضی اور خود فریبی کا شکار ہو چکی ہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنے آپ کو حوالۂ تقدیر کر چکی ہے۔ حالانکہ تقدیر کا یہ مفہوم ہی غلط ہے۔

بہرحال ہم اس روایت سے ہٹ کر کہ ہر حال میں "حکمرانوں کو ہی کوسو" آج قوم سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے اپنی ذمہ داریوں کا کہاں تک احساس کیا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ قوم من حیث المجموع اپنے گھروں میں دبکی بیٹھی ہے۔ اور چور اور لیٹرے اس کا سرمایۂ حیات لوٹ کر لے جا رہے ہیں؟

کیا یہ حقیقت نہیں کہ قوم نے اپنے ہاتھوں اپنی متاعِ حیات اور ملّی تشخص کو بردہ فروشوں کے سپرد کر دیا۔ اور ایک لمحہ کے لیے مخلص و متدین فرزندانِ قوم کی آواز پر لبیک نہیں کہا؟

اگر یہ سب کچھ صحیح ہے جو ہم نے عرض کیا۔ اور یقیناً صحیح ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ تمہارے بیدار ہونے کے لیے "صورِ اسرافیل" کیونکر پھونکا جائے گا اس کا وقت معین ہے۔ اس سے پہلے اس کی توقع عبث! اور جب وہ بیداری کے لیے پھونکا جائیگا تو پھر یہ میدانِ عمل ختم ہو چکا ہوگا۔ "جزا و سزا کا میدان" موجود ہوگا۔ اس میدان میں جہاں "اولوالامر" کو حساب دینا ہوگا وہاں قوم بھی بچ نہیں سکے گی اسے بھی حساب دینا ہوگا اور ضرور!

خدا کرے کہ ۱۶ر دسمبر کی خونچکاں گھڑیاں ہماری غفلت کے پردے دور کرنے کا باعث بن جائیں۔ اور ہم اپنی قومی و ملّی ذمہ داریوں کو محسوس کر سکیں۔ بصورتِ دیگر ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا حادثہ ممکن ہے۔

اللّٰھم ارحم امّۃ محمّد صلی اللّٰہ علیہ وسلم

علف ۱۷ر ذوالحجہ ۹۶ھ

جمعیۃ طلباء اسلام کی موجودہ قیادت سے!

جمعیۃ طلباء اسلام اچھے اور باشعور طلباء کی تنظیم

(باقی ۱۰ پر)

گاہے گاہے باز خواں

گذشتہ دنوں ہم نے ادارتی کالموں میں اہل علم سے کچھ گذارشات کی تھیں، اس کے بعد حضرت امیر مکرم مولانا انور زید مجدہم نے فرمایا کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خطبہ شائع کر دیں (وجہ یہ تھی کہ خطبہ ٹیپ نہ ہو سکا تھا) ہم نے کتابوں کی الماری کھولی تو حضرت قدس سرہ کے مطبوعہ خطبات کے دسویں حصہ پر نظر پڑی اس کو کھولا تو معاً یہ خطبہ سامنے آ گیا۔ اپنی ناچیز سطور کی ایک قدرتی تائید سمجھ کر یہ خطبہ پیش خدمت ہے، اس کے مندرجات آج بھی اسی طرح تازہ ہیں جس طرح ۵۷ء میں تھے!

ناچیز! مدیر

عوام کو علماء سے پوچھنے کا حق ہے

...ران اسلام! پاکستان بننے کے بعد یہ چیز مشاہدہ میں ہے کہ جب اس ملک کو کفرستان کے نام سے تعبیر کیا ...تے تھے کیونکہ حاکم کافر تھا۔ اس وقت اسلامی احکام کی اتنی بے حرمتی نہیں ہوتی تھی جتنی کہ اب ہو رہی ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل چیزوں میں غور کیجیے تب اور اب کا فیصلہ آپ بآسانی کر سکیں گے:-

۱۔ مرکزی حکومت میں کوئی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ماننے سے انکار کرے۔ اور پھر علی الاعلان اپنے کفریہ عقیدہ کا پروپیگنڈا بھی کرے باوجودیکہ کروڑہا مسلمانوں کے دلوں کی دل آزاری بھی ہو اور حکومت اس سے کوئی باز پرس نہ کرے۔

۲۔ کیا انگریز کے وقت میں حج پر جانے والوں کے لیے اتنی پابندیاں تھیں جتنی اب ہیں؟ اس وقت میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ روپے جیب میں ڈالے اور کراچی جا پہنچے، ٹیکہ لگوایا، ٹکٹ لیا اور جہاز پر سوار ہو گئے۔ اب ایک بڑا لمبا فارم پُر کرنا پڑتا ہے اور وہ انگریزی میں ہے۔ وہ سوائے انگریزی دان کے کوئی پُر نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تمام دیہاتیوں کو وہ فارم پُر کرنے کے لیے کسی شہر میں آنا ضروری ہے۔

۳۔ پھر ان دیہاتیوں کو کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ فارم کہاں سے ملے گا وہ بچارے شہر میں آ کر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔

۴۔ انگریز کے وقت سفر حج کے لیے روپیہ لے جانے کی کوئی پابندی نہیں تھی۔

۵۔ سفر عمرہ کے لیے حکومت پاکستان حرمین شریفین جانے والوں کو ایک روپیہ بھی نہیں دیتی۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ آخر جدّہ سے مکہ معظمہ کے سفر کے اخراجات، مکہ معظمہ میں قیام کے اخراجات۔ کوئی بدقسمت ... ہو گا جو عمرہ کے لیے جائے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منوّرہ سیدالمرسلین، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مبارکہ کی زیارت کے لیے نہ جائے۔ اس سفر مبارک کے لیے حکومت پاکستان ایک پیسہ بھی نہیں دیتی۔ کیا یہ قانونی پابندی انگریز کے وقت میں تھی؟ اور کیا لندن جانے والوں پر بھی یہ پابندی ہے؟ کیا اس پابندی سے مسلمانوں کے دل مجروح نہیں ہیں۔ اور تو اور میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بحیثیت مسلمان ہونے کے حکومت کی اپنی پولیس اور اپنی فوج کے دل بھی مجروح ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں بھی خانہ کعبہ کی محبت اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یقیناً ہے۔ لیکن وہ ڈر کے مارے کہتے نہیں۔ اور حکومت کو شک ہو تو ان کی آزادانہ رائے لے کر دیکھ لے۔ میرا یقین ہے کہ میری پاکستان کی پولیس اور فوج ایماندار ہے اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کو خوش نصیبی خیال کرتی ہے۔ ہاں البتہ پولیس اور فوج میں جو مرزائی ہوں گے ممکن ہے کہ ان کے دلوں کو اس پابندی سے ٹھیس نہ لگتی ہو اور ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔

۶۔ انگریز کے وقت میں فوٹو کھچوانا ضروری نہیں تھا اب

ضروری ہے۔ بچارے دیہاتی مسلمانوں کو کیا پتہ کہ فوٹو کہاں کھچوایا جاتا ہے۔ اب وہ بچارا فوٹو کھچوانے کے لیے کسی بڑے شہر میں کرایہ خرچ کر کے آئے۔ کیا یہ تشدد بے جا نہیں ہے۔ اور کیا اس تکلیف دہی کے باعث مسلمانوں کے دلوں میں حکومت سے نفرت پیدا نہیں ہوگی۔

۷۔ حکومت عمرہ پر جانے والوں کو ایک سو روپیہ لے جانے کی اجازت دیتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ حاجی وہ سو روپیہ واپس لاکر کراچی دکھائے کہ کہیں ارض مقدس میں خرچ تو نہیں کر آیا۔

اس مرحلہ میں میرا واقعہ

جب میں بفضلہٖ تعالیٰ ۱۹۵۴ء میں اپنی اہلیہ سمیت عمرہ سے واپس آیا تو ہوائی جہاز کے اڈے پر میری تلاشی لی گئی۔ تلاشی لینے والوں نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کتنا روپیہ ہے۔ میں نے کہا کہ تین سو روپیہ ہے دو سو روپیہ حکومت پاکستان کے حکم کی تعمیل والا جو واپس لانا تھا اور ایک سو روپیہ میرے ایک دوست نے دیا تھا کہ حرمین شریفین سے ان کے لیے گھڑی خرید کر لاؤں۔ ان کی حسب منشار گھڑی نہیں ملی۔ وہ واپس لایا ہوں۔ کہنے لگے کہ یہ تو خلاف قانون ہے۔ میں نے کہا۔ خلافِ قانون ہے تو ضبط کر لیجئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہنے لگے اچھا اب لے جائیے اجازت ہے۔

ان پابندیوں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت

سفرِ حجاز مقدس کی آمد و رفت میں ان ناقابلِ برداشت پابندیوں کے متعلق مسلمانوں کی ذہنیت یہ ہے کہ ان سب کا باعث سر ظفر اللہ خان ہے۔ کیونکہ پاکستان کے وزیر خارجہ ہونے کے لحاظ سے انہوں نے سفرِ حج میں یہ دقتیں پیدا کر دی ہیں اور یہی وجہ تھی کہ ۱۹۵۳ء کے ہنگامہ دار و گیر اور کشت و خون میں مسلمانوں کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹا دیا جائے لیکن ارکان حکومت اپنی ضد پر اڑے رہے۔ بالآخر یہ ہوا کہ مسلمان شہید بھی ہوئے، جیلوں میں بھی گئے ان کی بددعا سے تحریک ختم نبوت کو کچلنے والے خود بھی کچلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ایک کو اپنے عہدوں سے گرایا، ذلیل بھی ہوئے اور بالآخر سر ظفر اللہ خان علیحدہ بھی ہوگئے

آنچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از ہزار رسوائی

ایک ایسی مثال

پہلے بھی سنی تھی۔ پرانے زمانے میں گھروں کی کچی دیواروں میں بناتے وقت کچا یا ہانڈی گاڑ دیا کرتے تھے تاکہ کوئی چیز اس میں رکھی جا سکے۔ ایک بکری نے اس ہانڈی میں سر داخل کر لیا۔ سر اندر تو چلا گیا اب الٹا باہر نہ نکلے کیونکہ سینگ اٹکتے تھے۔ بڑے پریشان ہوئے بالآخر اس قوم میں ایک سب سے بڑا عقلمند تھا اس سے پوچھا کہ کس طرح یہ مشکل حل کی جائے۔ اس نے مشورہ دیا کہ پہلے دیوار گرا دو تاکہ ہانڈی باہر نکل آئے پھر بکری ذبح کر دو، پھر ہانڈی توڑ کر بکری کا سر نکال لو۔ ماشاء اللہ، کیسا عجیب مشورہ ہے۔ دیوار بھی گر گئی، بکری بھی ذبح ہو گئی، ہانڈی بھی ٹوٹ گئی، پھر بکری کا سر بھی نکل آیا۔

تب اور اب کا نمبر

۸۔ کیا انگریز نے بھی کبھی رقص و سرود کے اتنے وسیع پیمانہ پر حکومت کے خرچ سے میلے کئے تھے۔ جن میں غیر ممالک کے گانے والے اور گانے والیاں منگوائی گئی ہوں اور حکومت کے خزانہ سے اسی ہزار روپیہ خرچ کیا جانے کی منظوری دی ہو۔ پھر کیا مسلمانوں نے اس کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا، اور کیا حکومت نے اس معاملہ میں شکست فاش نہیں کھائی اور لوگوں کی نظروں سے اپنا وقار نہیں گرایا۔

۹۔ کیا یہ شہر لاہور میں زبان زدِ خلائق نہیں ہے کہ ہندو، سکھ اور مسلمان جتنا تینوں قومیں لاہور میں شراب پیتی تھیں وہ فقط اکیلی مسلمان قوم اتنا پیتی ہے اور اس شراب نوشی کی کثرت کا ذمہ دار مسلمان حکومت کو قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر حکومت بند کرنا

چاہے تو کر سکتی ہے، مگر نہیں کرتی ۔ اگر حکومت تحقیق کرنا چاہے تو اس مسئلہ پر رعایا سے ووٹ لے لے ۔

۱۰ ۔ کیا اخباری اطلاع کی بناء پر لاہور میں انگریز کے وقت میں علاوہ لاہور کے چکلہ کے پرائیویٹ زنا کے پانچ ہزار اڈے تھے جو اب ہیں ۔

۱۱ ۔ کیا انگریز کے وقت میں ایسے سکول اس نے کھولے ہوئے تھے جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ناچنا اور گانا سکھایا جاتا ہو ؟

۱۲ ۔ کیا انگریز کے وقت میں سرکاری محکموں میں رشوت کی اتنی گرم بازاری تھی ؟

۱۳ ۔ کیا انگریز کے وقت میں قاتل عدالت سے بخیر و خوبی دندناتے ہوئے باہر آ سکتے تھے جس قدر کہ اب قاتل بری ہو کر آ جاتے ہیں ؟

۱۴ ۔ کیا انگریز کے زمانہ میں سرکاری خزانے میں اتنا غبن ہوتا تھا جتنا اب ہوتا ہے ؟ کیا فرانس سے جو ریل گاڑی کے ڈبے بنوائے گئے تھے کیا اس سلسلہ میں مغربی پاکستان کے باشندوں کی زبان پر یہ فقرہ نہیں ہے کہ بنوانے والے افسروں نے اس مد کا کروڑوں روپیہ غبن کر لیا ہے اور ڈبے ردی بنوا کر پاکستان میں پیش کر دیے ہیں ۔

۱۵ ۔ کیا ذمہ دارانِ حکومت نے ان افسروں سے بازپرس کر کے رعایا کی تسلی کی ہے ؟ اور بھی اس قسم کی کئی چیزیں ہیں جو ذمہ دارانِ حکومت کی لاپرواہی سے بڑھ رہی ہیں اور پاکستان کے تنزّل کا باعث بن رہی ہیں اور پاکستان خود اپنے باشندوں کی نظر میں تباہی کی طرف جا رہا ہے ۔ اگر حکومت کو اس بات میں شبہ ہو تو رعایا سے ووٹ لے کر معلوم کر لے ۔

۱۶ ۔ کیا انگریز کے وقت میں اقربا نوازی کا یہ شور سنا جاتا تھا جو اب سنا جا رہا ہے ۔ کیا ذمہ دارانِ حکومت نے کمربستہ ہو کر دس سالہ پاکستان کی زندگی میں کوئی قدم اٹھایا ہے ۔ مثلاً کتنے کنبہ پرور افسروں کو اس بددیانتی کے جرم میں موقوف کیا گیا ہے اور کتنوں پر مقدمے چلا کر جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کیا ہے ؟

۱۷ ۔ ۱۰ مئی ۱۹۵۷ء کے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں یہ خبر ہے کہ وزیراعظم پاکستان بنکاک میں فرانس کے سفارتخانہ میں ایک عورت کے ساتھ بغلگیر ہو کر ناچ رہے ہیں ۔ کیا وزیراعظم پاکستان کی یہ نازیبا حرکت مملکت پاکستان کی توہین نہیں ہے جس کا مقصد بتلایا گیا تھا کہ لا الہ الاّ اللہ ہے ۔ اگر یقین نہ آئے تو پبلک سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے ۔

میرے معزز برسرِ اقتدار بھائیو! بحالات موجودہ میرا نظریہ سن لو ۔

(الف) پاکستان کو زندہ ، درخشندہ ، پائندہ دیکھنے کا متمنّی ہوں ۔

(ب) برسرِ اقتدار طبقہ کا ذاتی طور پر مخالف نہیں ہوں کہ آپ ہٹ جائیں اور میں یا میری جماعت آپ کی کرسیوں پر قابض ہو جائے ۔

(ج) میں چاہتا ہوں کہ جس وعدہ پر خدا تعالےٰ سے پاکستان لیا تھا اور وہ یہ تھا کہ پاکستان کا مقصد کیا ہے لا الہ الاّ اللہ ۔ مسلمان ہونے کے لحاظ سے بلکہ انسانی شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ایفاء کیا جائے تاکہ خدا تعالےٰ کے دربار میں غداروں کی فہرست میں نام نہ لکھایا جائے ۔

(د) لا الہ الاّ اللہ کا مطلب یہ تھا کہ اس ملک میں خدا تعالےٰ کے قانون یعنی قرآن مجید کو دستور العمل بنایا جائے گا ۔ اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر اور شرح وہ ہو گی جو حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے ۔ اگر اس میں شک ہو تو ہر مکتب خیال کے مسلمانوں سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے ۔ اس سلسلہ میں سوائے بدنصیب پرویز کے (جو اب حکومت پاکستان کے زیرسایہ پیدا ہوا ہے اور اس کے گمراہ کردہ مسلمانوں کی تعداد ایک فی صدی بھی نہیں ہو گی) باقی سب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں ۔ اور قرآن مجید کی صحیح تفسیر وہی مانتے ہیں جو ارشاداتِ نبویہ کی ہے ۔

(ہ) بحیثیت کتاب و سنّت کا خادم اور ناشر ہونے کے لحاظ سے اپنا اور تمام علماء کرام کا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک و ملّت کی خیرخواہی کے جذبہ کے تحت ذمہ دارانِ

حکومت کے کانوں تک کتاب و سنت کا پیغام پہنچائیں تاکہ وہ اس کی روشنی میں حکومت کا نظام بنائیں اور چلائیں۔

نتیجہ

اس طریقہ پر نظامِ حکومت چلانے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے مسلمان راضی ہوں گے ، ان کے دلوں سے دعائے خیر نکلے گی ، حکامِ وقت کی دنیا اور آخرت سنور جائے گی اللہ تعالیٰ کی مدد سے پاکستان ناقابل تسخیر ہو جائے گا۔

(۵) حق پرست علمائے کرام کا فرض منصبی اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت یہی رہی ہے ۔ جب کوئی قوم سیدھے راستہ سے بھٹک جاتی تھی تو ان کی راہ نمائی کے لیے نبی بھیج دیتا تھا اب حق پرست علماء کرام اس فرض کو انجام دیں گے ۔ کیونکہ :۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا ــــ اور قرآن مجید اور احادیث الرسول اس عقیدہ کی شاہد عدل ہیں ۔ جب نبی کوئی نہیں آئے گا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی نسل انسانی کی راہ نمائی کا کیا انتظام ہوگا ۔ اس کے متعلق مسند امام احمد ، ترمذی ، ابو داؤد ، ابن ماجہ اور دارمی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بایں الفاظ موجود ہے :۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ۔

ترجمہ : علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء نے دینار اور درہم ورثہ میں نہیں چھوڑے اور سوائے اس کے نہیں کہ انہوں نے علم کا ورثہ چھوڑا ہے ۔

جو علماء نے پا لیا ہے ۔ ان علماء سے مراد فقط وہ علماء ہیں جو علم نبوی کی اشاعت کرنے والے ہیں ۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علماء کی دو قسمیں ہیں ۔

عن الاحوص بن حکیم عن ابیہ قال سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنِ الشَّرِّ وَسْئَلُوْنِيْ عَنِ الْخَيْرِ يَقُوْلُهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ ۔ (رواہ الدارمی)

ترجمہ : احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کیا ۔ تب آپؐ نے فرمایا ۔ مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو اور مجھ سے خیر کے متعلق پوچھو ۔ آپؐ نے یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا ۔ پھر فرمایا خبردار ہو کہ شریروں میں بدترین بُرے علماء ہیں اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر بھلے علماء ہیں ۔

میں کہا کرتا ہوں کہ اگر عالم حق پرست ہوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دین کی اشاعت کرنے والا ہو تو ٹھیک بہشت میں پہنچا دے گا اور اگر خود ساختہ دین سکھاتا ہے تو ٹھیک جہنم میں پہنچائے گا ۔

بہتّر گمراہ فرقوں میں بھی علماء ہوں گے

ترمذی شریف کی روایت میں یہ الفاظ ہیں :۔

وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ ۔

ترجمہ : اور بے شک بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹے گی ۔ سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ ۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سا فرقہ ہوگا ؟ آپؐ نے فرمایا جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں ۔

برادرانِ اسلام ! بہتّر گمراہ فرقوں میں گمراہ کرنے والے بھی علماء ہی ہوں گے ۔ کیونکہ جاہل تو اپنے ما فی الضمیر

کر بیان ہی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ دوسروں پر اپنا اثر ڈال کر انہیں اپنا ہم رنگ بنالے۔

عوام ہر حالت میں پوچھنے کا حق رکھتے ہیں

مسلمانوں کے عوام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ہر عالم سے دریافت کریں کہ جو دین آپ ہمیں سکھا رہے ہیں کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بولے گا تو بخاری شریف کی روایت کے مطابق وہ دوزخ میں جائے گا۔ آپؐ کا فرمان ہے:۔

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: جس شخص نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

علم نبویؐ کی اشاعت کرنے والے علماء کرام

کا فرض ہے کہ اگر مسلمان عوام ہوں یا خواص کتاب وسنت کے راستہ تو اپنے دنیوی مفاد سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کی راہ نمائی کریں۔ اسی بنا پر میرا فرض ہے کہ میں مغربی پاکستان کا باشندہ ہونے کے لحاظ سے مسلمانوں کو متنبہ کروں کہ آپ غلط راستہ پر جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے پاکستان مانگتے وقت بانیٔ پاکستان نے اور آپ مسلمانوں نے جو وعدے کئے تھے کیا ان میں پاکستان کی دس سالہ زندگی میں ایک بھی پورا کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر آپ کو میری اس رائے سے اختلاف ہو تو پبلک سے ووٹ لے کر دیکھ لیجئے۔

میرے بھائیو!

تمہاری خیرخواہی کے لیے کہتا ہوں کہ اس بدعہدی سے توبہ کرو اور اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ اپنی دنیا بھی سنوار لو اور قبر کے عذاب اور جہنم کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا لو ورنہ تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلی ناعاقبت اندیش قوموں کا ہوا ہے۔

وہ انجام کیا تھا؟

وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَھَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ٥ ۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔ فَمَا زَالَتْ تِّلْکَ دَعْوٰھُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰھُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ٥ (سورہ انبیاء رکوع ۲۔ پارہ ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں۔ پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو اور لوٹ جاؤ۔ جہاں تم نے عیش کیا تھا اور اپنے گھروں میں جاؤ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کم بختی! بے شک ہم ہی ظالم تھے سو ان کی یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے ایسا کر دیا۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو اور وہ بجھ کر رہ گئے۔

پاکستان کے باشندو!

اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اپنے گناہوں سے توبہ کرو، شریعت اسلامی پر چلو ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے خلاف بھی اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آئے اور تمہارا حال بھی وہی ہو جو پہلی قوموں کا ہو چکا ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

اطلاع عام

ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ کراچی اور راولپنڈی کے علاقہ میں بعض لوگ ہمارے مدرسہ کے نام کی رسیدیں چھپوا کر چندہ کر رہے ہیں۔ اس قسم کا کوئی آدمی کہیں ملے تو اسے حوالہ پولیس کر کے ہمیں اطلاع دیں بڑی عنایت ہوگی۔

یہ مدرسہ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب کندیاں کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے اور اس کا کوئی سفیر نہیں۔

احقر (قاری) عبدالرحمٰن (مہتمم)

مدرسہ تجوید القرآن سعدیہ (رجسٹرڈ) بابو محلہ ریلوے کالونی کوئٹہ بلوچستان

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

ربِّ کریم کا دروازہ ہر مصیبت زدہ کے لیے کھلا ہے

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

بعد الحمد و الصلوٰۃ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ ۔ صدق اللہ العلی العظیم ۔

یہ آیت سورۃ نمل کے پانچویں رکوع کی ہے ۔ اس میں رب العزت نے ارشاد فرمایا :

"بھلا کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو، جب اس کو پکارتا ہے اور دور کر دیتا ہے سختی !"

حقیقت یہ ہے کہ دعا ایک ایسی چیز ہے جو دکھی دلوں کا سہارا اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی کا درماں ہوتی ہے ۔ اس سلسلہ میں گزشتہ صحبت میں چند گزارشات پیش کی جا چکی ہیں ۔ آج یہ آیت جو پڑھی تو اس میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ نے فرمایا ۔ کہ علامہ طیبیؒ نے ارشاد فرمایا کہ :

"اس میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اسی کو پکارتے ہو اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہو، پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے" ۔

(حاشیہ ص ۴۹۵)

دکھ اور افسوس یہ ہے کہ وہ حالت جو گم کردہ راہ لوگوں کی تھی اور جس کو قرآن نے ذکر کیا کہ دکھ اور مصیبت کا دور آیا تو خدا خدا کرنا شروع کر دیا اور جب دکھ درد ختم ہو گیا تو سب کچھ بھول گئے ۔ وہی حالت بد قسمتی سے مسلمانوں کی ہوتی جا رہی ہے ۔ جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے ۔ ہونا یہ چاہیئے کہ ہر حال میں سچے خدا کی طرف توجہ رہے کہ وہی خالق ہے، مالک ہے ۔ سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے اور اس کے بغیر کوئی نہیں جو انسان کی ضروریات اور حاجتیں پوری کرے ۔

خدا کی ذات تو ایسی ہے جو اپنے ان بندوں کی پوری طرح نگہبان و کفیل ہے جو اسے یاد رکھتے ہیں ۔ اس سے فریادیں کرتے ہیں ۔ اور اپنی تمام تر ضروریات کے لیے اسی کو پکارتے ہیں ۔ یقین کریں کہ اس کو پکارنے والے کبھی محروم نہیں رہ سکتے ۔ اور خدا ان کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے اور اس طرح کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا ۔

بس ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ خلوص کے ساتھ اس کو پکارا جائے اور ماثورہ دعائیں اہل اللہ کے ارشاد فرمودہ طریق کے مطابق پڑھی جائیں ۔

آج کی صحبت میں چند باتیں جو اپنے بزرگوں سے سنیں اور حاصل کیں ۔ عرض کر رہا ہوں تاکہ خلقِ خدا فائدہ حاصل کر سکے ۔

- اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (اے اللہ! تو مجھے جہنم کی آگ سے بچا) اس دعا کو صبح و شام سات سات بار پڑھنا نہایت مجرب ہے ۔
- رزق حلال کے حصول، قرض سے نجات وغیرہ کے لیے بعد نماز فجر یَا مُغْنِیْ گیارہ سو گیارہ مرتبہ اور سورہ مزمل طاق عدد میں پڑھنا بہت فائدہ مند ہے ۔
- سورۂ حشر کی آخری تین آیات اور ان میں جو اسماء اللہ الحسنیٰ ہیں انہیں یَا کے ساتھ لوٹائیں نہایت

فائدہ مند ہے۔ اور اکابر نے فرمایا ہے کہ اسم اعظم بھی انہیں آیات میں ہے۔ یہ عمل بعد نماز مغرب ہونا چاہیئے۔

● بعد نماز عشاء سورۂ یاسین کی تلاوت فرمائیں۔ یہ قرآن کا قلب ہے اس کی برکات کی کوئی انتہا نہیں محتاج کو غنی اور مسحور و آسیب زدہ کو شفائے کامل اور بانجھ کو لکھ کر پلانے سے اولاد نصیب ہوتی ہے۔

● جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت انتہائی خیر و برکت کا باعث ہے۔

● جمعہ کو عصر کے بعد حزب البحر قادری طریقہ پر اور روزانہ ایک منزل حزب الاعظم کی پڑھیں اس میں تقریباً وہ تمام دعائیں موجود ہیں جو قرآن و حدیث میں منقول ہیں۔

● ذکر جہر جو ہمارے سلسلہ کا مخصوص عمل ہے اس کو سحری کے وقت لطائف پر کریں۔ اور بعد نماز فجر تلاوت قرآن کریم کم از کم کچھ نہ کچھ ضرور ہونی چاہیئے۔

● ہر نماز فجر کے بعد رَبِّ اِنِّی مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ طاق عدد میں پڑھیں۔ دشمن پر غلبہ اور فتح کے لیے بہت مجرب ہے۔

● اہم امور کے لیے بوقت ضرورت اجازت لے کر سورۂ والضحیٰ اور سورۂ قریش پڑھیں جو حل مشکلات کے لیے اپنی مثال آپ ہیں۔

● ایسے ہی یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ قضائے حاجات اور دفع مضرات کے لیے حرفِ آخر ہے اسے بارہ روز بارہ ہزار مرتبہ یا بارہ سو مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے لیکن اجازت لے کر کیونکہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔

● آیت کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الخ انفرادی طور پر یا سوا لاکھ مرتبہ اجتماعی طور پر جملہ آفات و مکروہات کے لیے شرق و غرب میں صدیوں سے معمول و مجرب ہے۔

● یَا مُؤْمِنُ حفاظت کے لیے کسی بھی وقت حسب منشا پڑھیں۔

یاد رکھیں

رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے جو اس کا ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے اور کسی عارف نے کہا ہے

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے در سے مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہمارے اسلاف

حضرت حکیم الامت تھانوی کی حاضر جوابی

مولانا محمد اقبال قریشی

حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو بہت سے کمالات کی جامع ہستی بنایا تھا، ظاہری محاسن و باطنی کمالات کے علاوہ ذہانت و ذکاوت اور حاضر جوابی بھی بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مجلس عام جو بعد ظہر ہوا کرتی تھی اس میں حاضرین سے بھی مخاطب ہیں، خطوط کے جوابات بھی تحریر فرما رہے ہیں، ضرورت مندوں کو تعویذ بھی لکھ کر دے رہے ہیں اس کے علاوہ حدیث و فقہ اور تفسیر و تصوف کے نادر علمی نکات بھی بیان فرما رہے ہیں۔ ان تمام امور کو بیک وقت جمع کر دکھانا آپ کی کرامت تھی ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص اتنے کام ایک مجلس میں جمع نہیں کر سکتا، وہ یا تو خطوط کے جوابات لکھے گا یا حاضرین سے مخاطب ہوگا، یا خاموش ذکر ہی کریگا مگر حضرت حکیم الامت ان سب باتوں کو ایک ہی مجلس میں جمع فرماتے تھے۔ ؎

یار ما ایں دارو آں نیز ہم

آپ کی مبارک مجلس اس کے مصداق تھی ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

حضرت حکیم الامت کی حاضر جوابی کے واقعات جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم رسالہ میں بھی ان کا احصا ممکن نہیں ہے، یہاں صرف نمونہ کے طور پر چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں

واقعہ (۱) قبروں پر پھول چڑھانا

فرمایا: ایک مرتبہ میں گنگوہ گیا ہوا تھا، حضرت والا سید الطائفہ یعنی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ایک مرید جو الہ آباد کے رہنے والے تھے وہ بھی وہاں چلتے پھرتے آ گئے، میری جو خبر سنی تو اطلاع کر کے مع ایک مجمع عظیم کے میرے پاس پہنچے، اور آتے ہی پھولوں کا ہار میرے گلے میں ڈال دیا میں نے ہاتھ میں لے لیا، اور انبساط کے لئے پوچھا یہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم ایک باغ میں گئے تھے، باغ والوں نے پھول دیئے تھے، سو کچھ تو حضرت شیخ عبدالقدوس (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پر چڑھا دیئے، جی چاہا کہ کچھ تمہیں بھی دیں، کیونکہ وہ پیارے تھے مردوں میں، اور تم پیارے ہو زندوں میں اپنے پیاروں کو اچھی چیز دیا ہی کرتے ہیں۔ یہ انہوں نے تقریر کی، بڑا مجمع تھا، میں نے کہا شاہ صاحب! یہ پھول جو آپ نے شیخ کے مزار پر چڑھائے ہیں آپ کے نزدیک تو بڑی چیز ہیں۔ لیکن ایک مثال فرض کرو، اگر کوئی شخص ہو جو سو روپے کا عطر سونگھنے والا ہو، اور تم چار آنہ تولہ کا بہت ہی گھٹیا اور چکٹا ہوا عطر لے کر جاؤ، اور جا کر اس کی ناک میں دے دو تو کیا یہ ایذا رسانی نہیں ہے؟ کہا بے شک، میں نے کہا اچھا اب بتاؤ کہ حضرت شیخ تمہارے نزدیک شمائم و روائح جنت سے مشرف ہیں یا محروم؟ کہنے لگے معاذ اللہ کون کہہ سکتا ہے کہ محروم ہیں۔ میں نے کہا تو بس یہ جو پھول تم نے حضرت شیخ کے مزار پہ چڑھائے ہیں دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان کی خوشبو پہنچتی ہے یا نہیں پہنچتی ہے۔ اگر نہیں پہنچتی تو پھول چڑھانا بے کار ہے۔ اگر پہنچتی ہے تو ان جنت کے پھولوں کے مقابلہ میں جو حضرت شیخ کو حاصل ہیں تمہارے یہ دنیا کے پھول سو روپیہ تولہ کے عطر کے مقابلہ میں چار آنہ تولہ کا چکٹا ہوا عطر ہے یا نہیں؟ کہا بے شک، میں نے کہا تو بس یہ تو وہی مثال ہوئی کہ سو روپیہ تولہ کے عطر سونگھنے والے کی ناک میں چار آنہ کا سڑا ہوا عطر دیا جائے۔ تم نے پھول چڑھا کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی روح کو تکلیف دی۔ کہنے لگے میں توبہ کرتا ہوں، یہ مسئلہ آج سمجھ میں آیا، اب کسی مزار پہ پھول نہ چڑھاؤں گا (حقیقت تصوف و تقویٰ صفحہ ۳۶)

واقعہ (۲) اپنے ساتھ دوسرے کو بھی پابند کرنا

فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے؟ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے؟ اس پر اس کا جواب نہ دیا شکایت کا خط آگیا کہ علماء کو اتنی خشکی نہ چاہئیے جواب کے لئے ٹکٹ نہ تھا اس لئے جواب نہ دیا گیا۔ اگر ٹکٹ ہوتے تو یہ جواب لکھتا کہ جہلا کو بھی اتنی تری نہ چاہیئے کہ اس میں ڈوب جائیں" پھر اتفاقاً ان سے رامپور میں ملاقات ہوئی، وہ وہاں سب انسپکٹر پولیس تھے، کہنے لگے کہ آپ نے مجھ کو نہ پہچانا ہوگا، میں نے کہا نہیں، کہا میں فلاں شخص ہوں جس نے یہ سوال کیا تھا، میں نے کہا آہا آپ سے تو پرانی دوستی نکل آئی۔ کہنے لگے کہ آپ نے ایسا خشک جواب کیوں دیا تھا، میں نے کہا کہ تم تھانیدار ہو کیا مخصوصین اور عوام سب سے برتاؤ برابر ہے یا فرق ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ فرق ہے، میں نے کہا یہی حق ہم کو ہے، آپ سے پہلے تعلق خاص نہ تھا، اس لئے ایسا کیا اب تعلق ہو گیا ہے ایسا نہ لکھوں گا۔

لیکن جب تعلق کا اثر مجھ پر ہے اور میں ایسا جواب نہ دوں گا تو ایسا ہی اثر آپ پر ہوگا کہ آپ بھی ایسا سوال نہ کریں گے۔ میں نے سوچا کہ جب میں بندھ رہا ہوں ان کو کیوں نہ باندھوں تاکہ پھر ایسا بے ہودہ سوال نہ کریں۔ (سیرت اشرف ص ۳۹۴)

واقعہ (۳) وکلاء کا حضرت حکیم الامت تھانوی کی حاضر جوابی پر حیران ہونا

کانپور میں ایک مدرسہ تھا جس میں حضرت والا پڑھایا کرتے تھے، اس کا نام جامع العلوم تھا، اس زمانہ میں ایک معاملہ طلاق اور نفقہ کا عدالت میں کئی سال سے چل رہا تھا انگریز جنٹ کے ہاں مقدمہ تھا۔ اس مسئلہ کے متعلق عدالت میں ایک فتویٰ بھی داخل تھا جس پر بہت سے علماء کے دستخط تھے اور حضرت والا کے بھی دستخط تھے، یہ قصہ تو بہت لمبا ہے لیکن ہم مختصر کرتے ہیں حضرت والا کو اس مسئلہ کی وجہ سے عدالت میں جانا پڑا۔

وہاں دونوں فریقوں کا اجلاس جمع تھا اب یہ قصہ حضرت والا کی زبانی سنیئے!

غرض میں وہاں پہنچا اور سواری سے اتر کر اجلاس میں پہنچ گیا۔ حاکم نے دیکھ کر اجلاس کے کٹہرہ کے اندر بلا لیا اور اردلی کو حکم دیا کہ کرسی لاؤ مجھ کو اس کا علم نہ تھا دو کہنیاں میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

پہلا سوال۔ تمہارا نام کیا ہے؟ باپ کا نام کیا ہے؟ میں نے بتا دیا

دوسرا سوال۔ کیا آپ عالم ہیں؟

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اچھا سوال ہوا اگر کہتا ہوں کہ نہیں تو یہ ایشیائی مذاق کو کیا جانے، کہے گا کہ سمن کی تعمیل غلط ہوئی اس پر عالم لکھا ہے، دوسرے یہ کہ اس کی نظر میں اپنی ایک قسم کی اہانت بھی ہوگی، کہے گا کہ آپ نے آنے کی تکلیف ہی کیوں گوارا کی؟ اگر کہتا ہوں کہ عالم ہوں تو اپنے مذاق کے خلاف ہے اور مسلک کے بھی خلاف ہے۔

جواب :۔ میں نے کہا کہ مسلمان ایسا ہی سمجھتے ہیں، یہ لکھ لیا گیا

تیسرا سوال :۔ کیا سب مسلمان آپ کو مانتے ہیں۔

جواب :۔ میں نے کہا ماننے کے دو معنے ہیں ایک تصدیق کرنا یعنی سچا جاننا سمجھنا اور ایک تسلیم کرنا یعنی کہا ماننا تو تصدیق کے درجہ میں تو کوئی مسلمان ہمارے بتلائے ہوئے مسئلہ کو جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔

رہا تسلیم کا درجہ؟ ہماری حکومت تو ہے نہیں صرف اعتقاد پر مدار ہے، سو کوئی مانتا ہے اور کوئی نہیں مانتا۔

جب میں باہر بیان دے کر آیا، تمام بیرسٹر وکلاء نے جمع ہو کر چاروں طرف سے گھیر لیا، کہنے لگے عجیب و غریب جواب دیئے دوسرے سوال میں تو ہم بھی چکر میں آگئے۔

واقعی دوسرا سوال خلجان سے خالی نہ تھا مگر جواب بھی ایسا دیا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ یہ سب عربی مدارس کی برکت ہے، وہاں طلبہ اس قسم کے احتمالات نکالا کرتے ہیں۔ یہ بات انگریزی پڑھنے یا انگریزی سکولوں میں تعلیم پانے سے تھوڑی حاصل ہو سکتی ہے (افاضات یومیہ جلد ۱ ص ۱۸۰)

واقعہ (۴) سماع اور مجاہدہ

کانپور میں ایک صوفی منش الہ آباد کے رہنے والے تھے، حضرت والا سے ملے اور کہنے لگے کہ آپ چشتی ہیں، حضرت والا نے جواب دیا جی ہاں، کہا پھر سماع کے مخالف کیوں ہو؟ حضرت والا نے کہا کہ پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں، یہ بتایئے کہ اس طریق کی روح کیا ہے، واقف شخص تھے کہنے لگے کہ مجاہدہ، اور ٹھیک جواب دیا حضرت والا نے کہا کہ بالکل صحیح کہا، اب یہ بتلایئے کہ مجاہدہ کی کیا حقیقت ہے کہا کہ نفس

کے خلاف کرنا، میں نے کہا کہ یہ بھی بالکل ٹھیک ہے، آپ سچ بتلائیں کہ آپ کا سماع سننے کو جی چاہتا ہے؟ کہا کہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ ہمارا بھی جی چاہتا ہے، مگر تم جی چاہا کرتے ہو۔ اور ہم جی چاہا نہیں کرتے، تو صاحب مجاہدہ تم ہو کہ ہم؟ صوفی تم ہوئے یا ہم؟ درویش تم ہو یا ہم؟ سمجھدار تھے، سمجھ گئے اور بہت مسرت ظاہر کی اور کہا کہ آج حقیقت کا انکشاف ہوا۔ (الافاضات یومیہ جلد ۵ ص ۱۰۱)

واقعہ (۵) ایک شعر میں جواب ایک شخص نے اپنی بدنظمی معمولات کی شکایت حضرت حکیم الامت کو اپنی ایک طویل نظم میں لکھی حضرت حکیم الامت نے اس کے جواب میں عارف رومی کے ایک شعر میں لکھ کر پورے خط کا جواب دے دیا ؎

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
کوشش بیہودہ بہ از خفتگی

واقعہ (۶) ایک آریہ مبلغ انگریزی دان بھی اسی ڈبہ میں بیٹھا ہوا تھا (ناقل نے واقعہ کے تسلسل کو ملحوظ نہیں رکھا۔ مدیر) وہ بولا کہ صاحب میں اب آپ سے اپنے دل کی ایک چوری ظاہر کرتا ہوں سچی بات یہ ہے کہ جب انہوں نے آکر یہ بیان کیا کہ گارڈ نے ان کا یہاں تک کا کرایہ معاف کر دیا تو مجھے خوشی ہوئی کہ اچھا ہے کہ غریب آدمی کا بھلا ہو گا لیکن اب آپ کی تقریر سن کر مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری وہ خوشی بے ایمانی کی خوشی ہے۔ اس آریہ کے اور بھی ہندو ساتھی تھے ان میں ایک بولا کہ ان لوگوں کی باتوں کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے دوسرا بولا کہ یہ حق پر ہونے کی دلیل ہے یہ سچے لوگ ہیں اس لئے ان کی باتوں میں بھی اثر ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد اس آریہ مبلغ نے حضرت والا سے عرض کیا کہ کیا میں ایک بات دریافت کر سکتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ جی ہاں فرمائیے اس نے کہا دو شخص ہیں ان میں سے ایک مسلم ہے اور ایک غیر مسلم دونوں نے کوئی نیک عمل کیا اور دونوں نے اچھی نیت سے کیا تو اس کا ثواب دونوں کو یکساں ملے گا یا کچھ تفاوت ہو گا حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سوال آپ کی دانشمندی اور تہذیب سے نہایت بعید ہے۔ کیونکہ یہ آپ نے ایسا سوال کیا کہ جس کا جواب آپ کے ذہن میں پہلے ہی سے موجود ہے اس نے کہا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا جواب میرے ذہن میں موجود ہے فرمایا کہ جب اس جواب کے سب مقدمات آپ کے ذہن میں موجود ہیں تو وہ جواب بھی موجود ہے۔ کیونکہ جب ملزوم موجود ہے تو لازم کا وجود بھی ضروری ہے اس نے کہا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ مقدمات میرے ذہن میں موجود ہیں۔ فرمایا کہ دیکھئے میں آپ ہی کے منہ سے ان مقدمات کے موجود فی الذہن ہونے کا اقرار کرائے لیتا ہوں۔

کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ مختلف مذاہب میں حق مذہب تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور اس وقت اس کی بحث نہیں کہ حق مذہب کونسا ہے اس نے کہا بیشک حق تو ایک مذہب ہو سکتا ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا، جو آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہے دوسری بات میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا مذہب حق والے کی مثال مطیع سلطنت کی سی نہیں۔ اس کا بھی اس آریہ نے اقرار کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کیا یہ دوسرا مقدمہ ہوا جس کو آپ نے تسلیم کیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ کیا باغی کے سارے کمالات محض اس وجہ سے کہ وہ باغی ہے نظر انداز نہیں کر دیئے جاتے اور کیا باوجود صاحب کمالات ہونے کے اس کو عدالت سزا نہیں دیتی اور اور کیا وہ سزا عقل و انصاف کے خلاف ہوتی ہے اس نے ان سب باتوں کا اقرار بھی کیا پھر حضرت والا نے فرمایا کہ بس یہ تینوں مقدمات آپ کے ذہن میں پہلے سے موجود ہیں۔ تو ان کا نتیجہ بھی ضرور آپ کے ذہن میں ہے اور وہ جواب ہے۔ آپ کے سوال کا تو ایسی حالت میں آپ کے سوال کا صاف مطلب یہ ہوا کہ میں اپنے منہ سے آپ کو کافر کہوں۔

(اشرف السوانح ص ۱۵۴) (ماخوذ)

تصحیح

خدام الدین کی اشاعت ۱۹ نومبر میں حضرت مدنیؒ کے متعلق شائع شدہ نظم کا شعر ۱۲ غلط لکھا گیا۔ صحیح یوں ہے :-

امتیاز افتید عرب را با عجم ؎
نیست اندر ملتِ ما بیش و کم

حاصلِ مطالعہ

اسلامی کردار ——— چند جھلکیاں

قاضی ضیاء اللہ میانوی

عدل کا مطالبہ ظالم سے

ابو نصر فارابی کو مجبوراً ایک ایسے ستر سالہ بوڑھے کو پڑھانا پڑا جو کند ذہن اور غبی ہونے کے ساتھ ساتھ ذہانت کے تمام سوتوں کو عدم استعمال سے خشک کر چکا تھا اور اس کی فکر اور ذہن کی ساری صلاحیتیں زنگ آلود ہو چکی تھیں۔ لوگ دیکھتے کہ ابو نصر فارابی پڑھاتے پڑھاتے اس کی کند ذہنی سے اکتا جاتا اور پھر پڑھانے لگتا۔ کسی نے فارابی سے کہا۔" فارابی! تم اس کو کس توقع پر پڑھا رہے ہو؟ فارابی نے جواب دیا۔ بالکل ایسی ہی توقع پر جیسے کسی حبشی کو سفید کرنے کی نیت سے نہلایا جائے۔ یا ظالم حکمران سے عدل کے مطالبات کئے جائیں۔

قبر کی مٹی

مشہور صوفی بزرگ ابو الحسن خرقانیؒ سے محمود غزنوی کو بڑی عقیدت تھی۔ یہ صاحب حال و قال بزرگ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں بہت سارے بچے کھیل کود رہے تھے اور شور مچا مچا کر گرد اڑا رہے تھے۔ ابو الحسن نے انہیں منع کیا۔ "بچو! ذرا ٹھہر جاؤ اور مجھے گزر جانے دو"۔ کسی بچے نے کہا۔ آپ نکل جائیں آپ کو روکتا کون ہے؟ راستہ تو بہت وسیع ہے۔ ابو الحسن نے جواب دیا۔ میں راستہ کی تنگی کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ مٹی سے بچنے کی بات کر رہا ہوں۔ گرد و غبار نہ اڑاؤ۔ ایک شوخ اور شریر بچے نے طنزاً کہا۔ "حضرت! مٹی سے بچنا چاہتے ہیں"۔ خوب بابا قبر کی مٹی سے کس طرح بچو گے؟ ابو الحسن جھوم اٹھے بڑھ کر بچہ کا منہ چوم لیا۔ بولے تو ہم سے زیادہ صاحب عرفان ہے۔ خوب تعریف کرتے دعا دیتے گزر گئے۔

●

جنازہ

ہمسائے کی کسی عورت کا جنازہ جا رہا تھا۔ ایک "معزز" جنازہ کے پیچھے بے اختیار آنسو بہاتے جا رہے تھے۔ کسی ناواقف نے ان کے حال زار پر افسوس کرتے ہوئے کہا۔" جناب صبر سے کام لیں"۔ پھر پوچھا۔ کیا یہ آپ کی بیوی کا جنازہ ہے؟ اس نے ٹھنڈا سانس لے کر جواب دیا" بھائی! رونا تو اسی بات کا ہے کہ یہ اس کا جنازہ نہیں ہے وہ تو ابھی ہفتہ خواتین منا کر آئی ہے"۔

جاہل دولت مند

ایک جاہل امیر زرق برق لباس پہن کر گدھے کی پشت پر سوار ہو گیا اور رعونت سے گردن اکڑا کے شہر کے درمیان سے گزرنے لگا۔ لوگ اس کی امارت سے مرعوب اور جہالت پر خنداں تھے۔ ایک مسخرے نے کہیں دور سے پھبتی کسی۔ بولا کیسا پر لطف تماشہ ہے گدھے نے اپنی پشت پر گدھا بٹھا رکھا ہے۔

بزرجمہر

بزرجمہر کے علم و دانش کا بڑا شہرہ تھا۔ ایک حاسد نے بزرجمہر کے علم و فضل کا اندازہ لگانے کے لیے سوال کیا۔" اے علم و دانش کے پیکر! کیا دنیا میں کوئی ایسی نعمت بھی ہے جس پر حسد نہیں کیا جاتا؟"۔ بزرجمہر نے جواب دیا۔" ہاں ہے"۔ حاسد نے پوچھا کون سی نعمت؟ جواب ملا" عفو اور تواضع"۔ حاسد شرمندہ ہو گیا اور ذرا تامل اختیار کر کے پھر پوچھا اور کوئی ایسی مصیبت بھی ہے۔ جس میں گرفتار ہونے پر زمانہ ہمدردی

(باقی ۱۸ پر)

دل بدست آور کہ حج اکبر است

(قربانی و ایثار کی قابلِ رشک حکایت)

ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے۔ اور ایک جماعت تھی۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو وہاں ضروریاتِ سفر خریدنے کے لیے بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا پڑا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے چاقو لیے ہوئے اس کے ٹکڑے گوشت کے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے اس پر سکوت ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ عجب نہیں کہ یہ کوئی بھٹیارن ہو اور یہ مردار گوشت پکا کر لوگوں کو کھلا دے گی۔ میں چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا اس طور پر کہ اسے شبہ بھی نہ ہو۔

وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی بڑا تھا۔ اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں دروازہ کھلا تو چار لڑکیاں سامنے آئیں۔ جن کے چہروں سے غربت اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے وہ عورت اندر گئی اور زنبیل اُن کے سامنے رکھ دی۔

میں کواڑوں کی درزوں سے جھانکتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ اندر سے گھر بالکل برباد اور خالی تھا۔ اس نے درد بھرے لہجے میں لڑکیوں کو پکارا کہ لو اس کو پکاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر اختیار ہے اس کے قبضہ میں لوگوں کے دل ہیں۔

لڑکیاں اسے کاٹ کاٹ کر بھوننے لگیں۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ میں نے باہر سے آواز دی۔ اے اللہ کی بندی! اس کو مت کھانا۔ وہ کہنے لگی تو کون ہے؟ میں نے کہا۔ ایک پردیسی مسافر ہوں۔ وہ بولی۔ تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا کوئی ہمدرد و مددگار نہیں ہے تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے کہا۔ مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی بھی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ وہ بولی ہم خاندانِ نبوت کے شریف (سیّد) ہیں۔ ان لڑکیوں کا باپ بہت معزز سیّد تھا اور وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ اس نے جو ترکہ چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کا کھانا ناجائز ہے لیکن انتہائی مجبوری کی حالت (اضطرار) میں جائز ہو جاتا ہے۔ ہمیں چار روز سے فاقہ ہے۔

ربیعؒ کہتے ہیں ان کے حالات سن کر میرا دل پگھل گیا اور میں روتا ہوا وہاں سے واپس آ گیا اور میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ میرا ارادہ حج کرنے کا نہیں رہا۔ اس نے مجھے بہت سمجھایا، حج کے فضائل سنائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ۔ میں نے کہا بس اب لمبی چوڑی باتیں مت کرو۔

یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور باقی سامان لیا نقد چھ سو درہم بھی لیے ان میں سے ایک سو درہم کا آٹا خریدا۔ سو درہم کا کپڑا خریدا اور باقی رقم آٹے میں چھپا کر بڑھیا کے گھر جا پہنچا۔ یہ سب سامان اور آٹا کپڑا وغیرہ اس کو دے دیا۔

اس عورت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا۔ اے ابن سلیمان! جا اللہ جل شانہٗ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے۔ اور جنت میں اعلیٰ مقام دے اور اس کا ایسا بدلہ دے جو تجھ پر بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا ثواب دوگنا کرے، اور

تیرے گناہ بخش دے۔ دوسری بولی۔ اللہ جل شانہٗ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تونے ہمیں دیا ہے۔ تیسری بولی۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ سب سے چھوٹی نے دعا کی۔ اے اللہ! جس نے ہم پر احسان کیا ہے تو اس کا نعم البدل اس کو فوراً عطا کر۔ اور اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر۔

ربیع کہتے ہیں حاجیوں کا قافلہ روانہ ہو گیا میں کوفہ ہیں ہی پڑا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب لوگ حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان حاجیوں کا استقبال کروں، ان سے اپنے لیے دعا کراؤں شاید کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حاجیوں کا پہلا قافلہ میرے سامنے آیا تو مجھے اپنی حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل پڑے۔ جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہٗ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہارے اخراجات کا نعم البدل عطا فرمائے۔

ان میں سے ایک نے کہا یہ دعا کیسی؟ میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو۔ وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا؟ تونے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی؟ تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیے؟ میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے۔ اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آ گیا۔ میں نے کہا۔ حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری کوششوں کو مشکور فرمائے، تمہارا حج قبول فرمائے۔

وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا؟ یا رمی جمرات نہیں کی۔ اب انکار کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی! اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے؟ آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے؟ یا مدینہ میں نہیں تھے؟ جب ہم قبر اطہر کی زیارت کر کے باب جبرائیل سے باہر کو آرہے تھے۔ اس وقت بہت بھیڑ کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی۔ جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے۔ یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔

ربیع کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس کو لے کر گھر آیا، عشاء کی نماز پڑھی، اپنا وظیفہ پورا کیا۔ اس کے بعد بہت دیر تک اسی سوچ میں رہا کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا ہے۔ تو مانتا ہی نہیں ــــ سن! بات یہ ہے اس عورت پر جو میری اولاد تھی صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرما دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔ مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ (جو ہم سے سودا کرتا ہے نفع کماتا ہے)۔

ربیعؒ کہتے ہیں جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔ (اشعۃ الساوی)

(خاموش مبلغ، ملتان)

بقیہ : حاصل مطالعہ

نہیں کرتا؟

بر جمہر نے جواب دیا "ہاں ایک مصیبت بھی ہے"۔

حاسد نے پوچھا "وہ کون سی؟"

جواب ملا "تکبر اور حسد"

حاسد نے لاجواب اور شرمندہ ہو کر خاموشی اختیار

مدیر کے قلم سے

۱۸ ذوالحجہ

تاریخ مظلومیت کا سرنامہ

ہجرت نبوی سے صرف ۳۵ برس بعد نبی مکرم رسول رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ "دار الہجرۃ" مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً وکرماً میں جس تاریخ کو انتہائی مظلومی کے عالم میں شہید ہوئے وہ یہی ۱۸ ذوالحجہ کی تاریخ تھی۔ وہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کے متعلق دنیا کے سب سے بڑے سچے انسان "علیہ التحیۃ وا ا" نے فرمایا۔

- عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں۔ (ابو یعلیٰ)
- عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری امت میں سب سے حیادار اور سخی ہیں۔ (ابو نعیم)
- نبی کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حیادار ہیں (ابو نعیم)
- ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہے اور میرے رفیق جنت میں (حضرت) عثمان (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) ہیں (ترمذی)
- (حضرت) عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شفاعت سے ستر ہزار مستوجب نار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ (ابن عساکر)
- حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا جوڑا جس نے راہ خدا میں ہجرت کی وہ (حضرت) عثمان (رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت نبی علیہ السلام ہیں (بحرانی)
- عثمان (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اتنے حیادار ہیں کہ خدا کے فرشتے بھی ان سے حیا کرتے ہیں وہ عثمان علیہ الرضوان (ابن عساکر)
- جس کو ذو النورین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ کیونکہ ان کے ساتھ حضور نبی کریم علیہ السلام نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح کیا۔ یعنی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ جب کہ ثانی الذکر صاحبزادی کے متعلق حضرت نبی پاک علیہ السلام کا ارشاد بحرانی میں موجود ہے کہ ام کلثوم کا نکاح وحی آسمانی کے ذریعہ ہوا۔ یہ سعادت پوری دنیا میں آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔
- جنہیں حبش اور مدینہ کی ہجرتوں کی سعادت نصیب ہوئی
- جنہوں نے مدینہ طیبہ میں ۳۵ ہزار درہم سے میٹھے پانی کا کنواں خرید کر وقف کر دیا جب کہ اس وقت اس کنوئیں کے علاوہ وہاں میٹھا پانی نہ تھا اور لوگ اس کے مالک یہودی سے پانی قیمتاً خریدتے تھے۔
- جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کیا اور پوری زندگی میں یہ معمول رہا۔
- جو حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی تحقیق کے بعد قبول اسلام سے قبل بھی بت پرستی اور شراب سے الگ تھلگ رہے۔ اس لئے حضرت اس لئے حضرت شاہ صاحب ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی فطرت فطرت انبیا کے مشابہ تھی۔
- جو حضور علیہ السلام کی صاحبزادی اور اپنی اہلیہ حضرت رقیہ کی بیماری کے سبب حضور علیہ السلام کے حکم سے جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے لیکن نبی علیہ السلام نے انہیں بدر کی غنیمت میں بھی حصہ دیا اور انہیں بدریین میں شمار فرمایا۔
- جنہیں حضور علیہ السلام نے سنہ ۶ھ میں حدیبیہ سے اپنا نمائندہ بنا کر مکہ معظمہ بھیجا اور جب یہ افواہ معلوم ہوئی کہ آپ شہید ہو چکے ہیں تو آپ کے خون کا بدلہ لینے

کے لئے چودہ سو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی اور آخر میں اپنے ایک دست مبارک کو عثمان کا ہاتھ قرار دیکر ان کو بھی بیعت کے شرف میں شامل فرمایا۔

- جو تحقیقی نقطہ نظر سے بالغ عاقل اور آزاد افراد میں چوتھے مسلمان تھے۔
- جنہوں نے مسجد نبوی کی بغل میں زمین خریدی تاکہ ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر ہوسکیں۔
- جنہوں نے قحط مدینہ کے دوران تمام غلہ غرباء مدینہ میں تقسیم فرما دیا۔
- جنہوں نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر نوسو اونٹ پچاس گھوڑے اور ایک ہزار دینار خدمت نبوی میں پیش کئے۔
- جنہیں جناب نبی کریم علیہ السلام نے اپنی وحی کے کاتبوں میں شامل فرمایا۔
- جنہیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے بالغ نظر اور مدبر خلیفہ نے اپنے بعد کی چھ رکنی کمیٹی میں شامل فرمایا اور پھر جنہیں پوری امت نے اپنا سربراہ منتخب کیا، ان انتخاب کرنے والوں میں اصحاب بدر و بیعت رضوان کی معقول تعداد موجود تھی۔
- جن کے دور خلافت میں اسکندریہ کو پھر سے رومی سلطنت میں شامل کرنے سازش میدان جنگ میں ناکام ہوئی۔
- آرمینیا کا علاقہ پوری طرح قلمرو اسلام میں شامل ہوا۔
- حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وساطت سے شمالی افریقہ فتح ہوا۔ نیز قبرص و روڈس کے علاقے فتح ہوئے۔
- ۲۷ھ میں اہل ایران کی باغیانہ سرگرمیاں ختم کر کے مکمل امن و امان قائم ہوا۔
- بحرستان جرستان کے علاقے فتح ہوئے۔
- پوری امت کو قرآن مجید کی ایک قرأت پر مجتمع کر کے فقید المثال کارنامہ سرانجام دیا۔
- ۳۲ھ میں ایران کے ایک سردار قارن کی بغاوت کو ناکام بنایا گیا۔
- جن کے عہد خلافت میں پہلا اسلامی بیڑا تیار ہوا۔
- جو کئی دن بھوکا پیاسا رہ کر شہید ہوئے اور جن کے خون ناحق کے قطرات قرآن مجید پر پڑے اور اس طرح اللہ کی کتاب ان کے خون ناحق کی سب سے بڑی گواہ بن گئی۔
- جنہوں نے اپنے تحفظ کی خاطر ملت کو داؤ پر نہیں لگایا۔ اور ذاتی غلاموں اور ملت کے ذمہ دار افراد کی خواہش کے باو مفسدوں کے خلاف جوابی کارروائی نہ کی اور مظلومانہ طریق سے دنیا سے رخصت ہوجانا گوارا کرلیا۔

۱۸ ذوالحجہ اسی امام عادل، مظلوم اعظم کی شہادت کا دن ہے۔ اس نے اسلام قبول کیا تو اپنے عزیزوں کے ہاتھوں ایذائیں برداشت کیں۔ دنیا سے رخصت ہوا تو مظلومی کے عالم میں اور آج تک تاریخ کے پجاری اس ٹرانڈ کی آڑ میں اسے تختۂ مشق بنائے ہوئے ہیں۔

آج کے دور میں مصر کے سید قطب اور پاکستان کے ابو الاعلیٰ مودودی کی رسوائے زمانہ کتابیں شہید مظلوم کے خلاف سب سے بڑی مجرمانہ اور سوقیانہ کتابیں ہیں، یہ وہ کتابیں ہیں جن میں بغض عثمان کا شکار ان نام نہاد مصنفین نے انتہائی ڈھٹائی سے عثمان علیہ الرضوان کے دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جس پہ اللہ راضی ہو اللہ کا رسول راضی ہو اسے کیا ڈر اور کیا خوف ہ

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں امام مظلوم خلیفہ عادل حضرت عثمان پر جو تاریخ میں مظلومیت کا نشان ہیں۔

فرمان الٰہی

(سورۂ بقرہ آیت ۲۴۹) بہت ہی کم تعداد جماعتیں اللہ تعالےٰ کے حکم سے بڑی تعداد والی جماعت پر غالب ہو چکی ہیں اور اللہ تعالےٰ صبر (یعنی جمے رہنے) والوں کے ساتھ ہیں۔ (آج اس کو سب نے دیکھ لیا۔

آل عمران آیت) نہ کمزور ہو نہ فکر کرو کیونکہ تمہی غالب ہو۔ اگر تم پورے مومن ہو (ایمان کی فوری تکمیل کے لیے کلمہ، توبہ اور دعا کافی ہے)

ثمرات الاوراق

سلسلہ

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل صاحب مدظلہ

اعجاز القرآن

علامہ طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں اعجاز القرآن کی بابت ایک عجیب واقعہ درج کیا ہے کہ ۱۹۳۲ء میں جرمنی میں تھا کہ استاد فنکل امریکہ کا مستشرق تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اعجاز قرآن پر بحث ہوئی اور کہا کیا آپ کا بھی قرآن مجید کے بارے میں یہی اعتقاد ہے کہ قرآن معجزہ ہے؟ میں نے جواب مثبت دیا اور کہا اسے دیکھ لیتے ہیں۔ چلئے جہنم کی وسعت کے بارے میں چند جملے لکھ لیتے ہیں۔ پھر قرآن کی عربی سے مقابلہ کریں گے اس نے قلم تھام لیا اور کافی جملے اس مضمون کے لکھ ڈالے۔ چند درج ذیل ہیں :-

۱- اِنَّ جَهَنَّمَ وَاسِعَةٌ جِدًّا (۲) اِنَّ جَهَنَّمَ لَاَوْسَعُ مما تظنون (۳) ان سعة جهنم لا يتصورها عقل انسان (۴) كل ما خطر ببالك فى سعة جهنم فانها لَاَرْحَبُ منه واَوْسَعُ (۵) ان سعة جهنم لا يصفها وصفٌ ولا يتخيلها وَهْمٌ

اب اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا یہ مضمون قرآن نے بھی بیان کیا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں سنئے :-

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ۔

آپ نے جیسے ہی سورہ قٓ کی یہ آیت پڑھی۔ چونکہ وہ عربی دان اور سخن شناس تھا بے ساختہ اچھل پڑا اور تالیاں بجانے لگا اور اقرار کیا کہ بے شک ہم عاجز رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس شیطان کی آمد

عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر نماز پڑھ رہے تھے۔ تو ابلیس آیا اور کہا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں!

تو شیطان نے کہا کہ اپنے کو اس پہاڑ سے نیچے گرا دو اور کہو کہ یہ خدا کے حکم سے ہوا ہے۔

تو آپ نے جواب میں کہا کہ اے بدطینت! اللہ کو یہ حق ہے کہ وہ بندوں کو امتحان میں ڈالے، لیکن بندے کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کو آزمائے۔

(المرجان صـ۲۱۳)

انگریز دشمنی

ڈیرہ اسماعیل خاں کے نواب قاسم خاں قبائلی ملاؤں اور پنجابی مجاہدوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے لیکن ان کا بیٹا انگریزوں سے ملا ہوا تھا۔ اس نے اپنے باپ کی مخبری کی اور ایک خط پکڑ کر ڈپٹی کمشنر کے حوالے کر دیا۔ جس کے نتیجے میں نواب صاحب گرفتار کر لیے گئے اور اوٹاکمنڈ میں نظر بند کر دیے گئے۔ غدار بیٹا تخت نشین ہوا اور خود نواب صاحب کو زندگی کے آخری لمحات تک جلا وطن رہنا پڑا۔ اور وطن کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوئی۔

نواب قاسم کو انگریزوں سے دلی نفرت تھی۔ ایک انگریز افسر نے نواب کی مخالفانہ سرگرمیوں کو دیکھ کر اپنے بھونکتے ہوئے کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہی نواب قاسم ہے۔ نواب کو جب یہ خبر ملی تو اس نے اپنے تمام کتوں کے نام انگریزوں کے نام پر رکھ دئے۔ لیکن انگریز افسر زیادہ تھے اور نواب کے کتوں کی تعداد کم تھی۔ اس لیے اس نے بہت سے کتے

خریدے اور جتنے انگریز افسر تھے ان سب کے نام پر کتوں کے نام رکھ دیے۔

حضرات حسنینؓ کا ذرّیت رسولؐ ہونے پر قرآنی استدلال

امام شعبیؒ تابعی حضرات حسنینؓ کو ذرّیت رسولؐ کہتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے ان کو بلا کر کہا کہ سنا ہے کہ تم حسنؓ اور حسینؓ کو ذرّیت رسولؐ کہتے ہو۔ انہوں نے کہا بے شک۔ اس نے کہا اچھا اس بات کو قرآن سے ثابت کرو۔ ورنہ کھانا کھانے سے پیشتر تم کو قتل کرا دوں گا۔ اور دیکھو وہ آیت نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ نہ پڑھنا۔ اس کا مطلب ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ آیت مباہلہ جو اس بارے میں بالکل صاف تھی۔ اس سے استدلال کو منع کر دیا۔ تو حضرت شعبیؒ نے بے ساختہ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا کا رکوع (سورۃ انعام آیت ۸۴ تا ۹۰) پڑھنا شروع کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ذریت نوح میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت شعبیؒ نے آیت پڑھ کر فرمایا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ جو مریمؑ کی اولاد ہیں اور جن کا باپ کوئی نہیں ہے۔ ایک عورت کے بطن سے پیدا ہو کر حضرت نوح علیہ السلام کی ذرّیت ہو سکتے ہیں تو حضرت حسنؓ و حسینؓ فاطمۃ الزہراؓ کے بطن سے پیدا ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کیوں نہیں ہو سکتے۔ حجاج یہ سن کر دنگ رہ گیا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں نے تو آج تک اس آیت پر غور ہی نہیں کیا۔ شعبیؒ! تم کو تمہارے علم نے میری تلوار سے بچا لیا۔

خلیفہ وقت کا جنّتی ہونے کا دعویٰ

ایک دفعہ ہارون الرشید نے اپنی بیوی زبیدہ سے کہا اِنِّیْ اِمَامُ الْعَدْلِ وَ امام العدل فی الجنۃ۔ زبیدہ نے کہا۔ اِنَّكَ ظَالِمٌ عَاصٍ کذبت بذالک علی اللہ۔ ہارون الرشید یہ سن کر برافروختہ ہوا اور کہا اگر میں اہل جنت سے نہیں تو تجھے طلاق مغلظ ہے۔

غصہ فرو ہونے پر ندامت محسوس ہوئی۔ علماء سے استفسار کیا۔ سب نے وقوع طلاق کا فتویٰ دیا۔ آخر میں حضرت لیث بن سعدؒ کو طلب کیا گیا۔ انہوں نے کہا۔ جواب میں تخلیہ میں دوں گا۔ پوچھا کہ یہ تحقیق خدا کے خوف سے کی جا رہی ہے تاکہ معصیت میں مبتلا نہ ہوں یا کوئی اور وجہ ہے۔ ہارون الرشید نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا اور کوئی چیز باعث تحقیق نہیں۔ فرمایا تو سورۃ الرحمان کو پڑھیں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔

ہارون الرشید یہ سن کر پھڑک اٹھا اور بہت سے انعامات سے نوازا۔ لیکن انہوں نے فی سبیل اللہ رقم صرف کر دی۔

(روح البیان ص۱۳ سورۃ والنازعات) ومواہب الرحمٰن

بادشاہ کی حُسنِ نیّت کی برکت اور خرابی نیّت کی نحوست

اخلاق محسنی میں نوشیرواں کی حکایت لکھی ہے کہ ایک دن وہ شکار کو گئے۔ جنگل میں ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے ایک جھونپڑے میں چلے گئے پیاسے تھے، پانی مانگا۔ ایک لڑکی گنے کا رس لے کر آئی۔ اس میں کچھ کچرا پڑا ہوا تھا۔ بادشاہ نے پیا اور طلب فرمایا اور کہا کہ کچرا نہ ہوا اس نے کہا کہ میں نے یہ کچرا از خود ڈالا تھا کہ آپ سخت پیاسے معلوم ہوتے تھے۔ اگر ایک دم سے سارا پی جاتے تو نقصان ہوتا۔ دوسری مرتبہ لڑکی کو رس لانے میں دیر لگی۔ اس عرصہ میں بادشاہ نے سوچا کہ اس کثرت سے یہاں گنا پیدا ہوتا ہے اور اتنا اس میں سے رس نکلتا ہے اس پر محصول بہت کم ہے اس میں اضافہ ہونا چاہیے۔ لڑکی رس لے کر آئی تو رس بہت تھوڑا تھا بادشاہ نے سبب پوچھا کہ اتنی دیر کیوں لگی اور اتنا رس کم کیوں لائی؟

اس نے کہا کہ میں پہلے ایک ہی گنے کا رس لائی تھی، یہ کئی گنوں کا رس ہے اور بڑی مشکل سے نکلتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی نیّت میں فرق آ گیا ہے۔

نوشیرواں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور تیسری بار فرمائش کی اور اپنی نیت درست کر لی۔ اور یہ ارادہ کر لیا۔ کہ محصول میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ لڑکی پیالہ

(باقی ص۲۶ پر)

پیش کش : جناب ظہور احمد صاحب ۲۰ ترتیب : علوی

افادات : حضرت مولانا علامہ نور الحسن پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

مَاكَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ ..... قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۔

ترجمہ (بامحاورہ اور تشریحی)

ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار دیں یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا فضل و کرم ہے لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔

اے قیدخانہ کے دو ساتھیو! کیا کئی معبود اچھے یا اللہ جو یگانہ و زبردست ہے۔

وہ اچھا ؟

اللہ کو چھوڑ کر تم صرف ناموں کی پرستش کرتے ہو۔ جو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھ رکھے ہیں اللہ نے ان کے بارے میں کوئی سند اور دلیل نہیں اتاری۔ حکم صرف اللہ ہی کا نافذ ہے۔

اس نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی بندگی نہ کرو۔

یہی سیدھی راہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اے قید خانے کے دو رفیقو! دیکھو تم میں سے ایک بدستور اپنے آقا کو شراب پلاتا رہے گا ــــ رہا دوسرا تو اسے سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کے گوشت کو پرندے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

تم دونوں جن خوابوں کے بارے میں تعبیر دریافت کرتے تھے وہ تعبیر بتائی جا چکی۔

تفسیر

مَاكَانَ الخ آپ گزشتہ درس میں سماعت فرما چکے کہ یوسف علیہ السلام جس زمانہ میں قیدخانہ میں گئے ہیں۔ اس زمانہ میں دو آدمی اور بھی قیدخانہ میں گئے تھے۔ اور دونوں نے ایک ایک خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر آپ سے دریافت کرنا چاہی! حضرت یوسف علیہ السلام نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تعبیر خواب سے قبل انہیں وعظ و نصیحت کرنا شروع کر دی۔ غالباً حضرت یوسف علیہ السلام کی گزشتہ زندگی میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے اور اپنے خاندان کا تعارف کرایا ــــ انہوں نے کہا :۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَآئِيْ ......

جن حالات میں اور کیسے سخت حالات میں حضرت یوسف علیہ السلام گزرتے رہے، دو مرتبہ بکے۔ ایک مرتبہ صحرا میں ایک مرتبہ بازار مصر میں' اس وقت بھی وہ نابالغ بچے نہیں جوان بالغ تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنا اور اپنے خاندان کا تعارف نہیں کرایا۔

آپ تفسیر کے دوران سن چکے ہیں کہ جب بھائیوں نے انہیں بیچا ہے تو جن کے ہاتھ بھی بیچا مدین سے آنے والوں کے ہاتھ یا اسمٰعیلیوں کے ہاتھ؟ وہ حضرت ابراہیم و اسحٰق علیہما السلام کے نام سے ناواقف نہ تھے۔ اگر اس موقعہ پر یوسف علیہ السلام بتلا دیتے کہ میرے دادا ابراہیم علیہ السلام اور میرے والد یعقوب علیہ السلام

ہیں ان کی نجات ہو سکتی لیکن اللہ کی طرف سے زبان بند ہے۔ اللہ کو جن حالات سے گزارنا تھا انہیں گزرنا تھا (اور گزرے)

غور فرمائیں کہ اگر اس مرحلہ پر تعارف کرلیتے تو یہ اپنی ذات کی نجات کے لیے ہوتا اس لیے تعارف نہیں کرایا لیکن جب اللہ تعالےٰ کے دین اور دعوت و تبلیغ کا موقعہ آیا تو اس کو اور ثقاہت کے سامنے پیش کرنے کے لیے وہ خاندان کا تعارف بھی کراتے ہیں کہ تم میری بات کا اعتبار کرو، میں خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ ہوں۔ ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم شرک سے کام نہیں لیتے۔ چنانچہ تعارف کے بعد فرمایا۔

ماکان لنا الخ ہمیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں لَنَا سے کون مراد ہیں؟ ہمارے لیے زیبا نہیں، ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خاندان ابراہیمی کے افراد ہوں کیونکہ وہ دوسروں کو توحید کا سبق سکھلانے والے ہیں۔ جب وہ شرک سے کام لیں گے تو پھر دوسرے لوگ توحید کی طرف کیسے آئیں گے؟

اور ہو سکتا ہے کہ لنا سے مراد انبیاء علیہم السلام ہوں کہ انبیاء کو یہ بات زیب نہیں دیتی الخ

لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو عام رکھیں کہ ہم انسانوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی الخ

ذالک من فضل اللّٰہ الخ یہ تو محض اللہ کا فضل و کرم ہے ہم پر کہ اس نے ہمیں عقیدہ توحید سکھا دیا۔ اور ہم کو اپنا بندہ بنایا کسی اور کا بندہ نہیں بنایا۔ یہ مجھ پر ہی نہیں، میرے خاندان پر نہیں، تمام نوع انسانی پر اللہ کا فضل و کرم ہے لیکن بعض بدبخت انسان ہیں وہ ان باتوں کی قدر ہی نہیں کرتے۔ دیکھو یہ اللہ کا کتنا کرم ہے کہ سب سے ہٹا کر صرف اپنے دروازے پر رکھا اور اگر اللہ یہ کہہ دیتے کہ پچاس دروازوں پر جاؤ، پچاس کی بندگی کرو تو انسانو! تمہارا کیا حال ہوتا؟ انسان انسان سے کیا سلوک کرتا؟ لیکن یہ محض اس کا فضل و کرم ہے کہ اس نے توحید کا عقیدہ دکھا کہ مجھ کو مانو، میری بندگی کرو۔ لیکن اکثر لوگ قدر نہیں کرتے وہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو بھی بندگی میں شریک کرلیتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو وعظ شروع کیا تعبیر پوچھنے والوں کے سامنے وہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ مزید فرمایا۔

یٰصاحبی السجن! اے قیدخانہ کے دو ساتھیو! میں تمہیں پر چھوڑتا ہوں۔ فیصلہ کرکے مجھے بتاؤ کہ یہ جو تم کئی خدا مانتے ہو، جدا جدا معبود مانتے ہو، عقل سے کام لو۔ یہ زیادہ اچھا ہے یا ایک خدا جو سب پر زبردست ہے وہ اچھا ہے؟

تم نے کبھی سوچا نہیں؟ تم ان معبودوں کے بارے میں تو سوچتے ہو لیکن اس واحد و قہار کے بارے میں کبھی سوچا نہیں۔ میں تمہیں خدائے واحد و قہار کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تم نے کئی خدا بنا رکھے ہیں لیکن سوچو عقلی اعتبار سے کہ اگر ہر بات میں اس کا کہا مانا جائے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے تو تمہارے عقل میں کیا بات آتی ہے؟ کیا یہ اچھا ہے یا سو پچاس کو ماننا؟

آپ نے موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان دو مشرک قیدیوں کو جو ان کی نیکی کے قائل تھے یہ وعظ فرمایا۔ اور انہیں ان کی ذات سے جو عقیدت تھی اس سے دینی فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور فرمایا تم کن کو مانتے ہو، تم نے نام رکھ رکھے ہیں اور یہ محض نام ہی ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں۔

ما تعبدون الخ۔ یہ بات جو یوسف علیہ السلام نے فرمائی اور ہر نبی نے اس کو اپنے وعظ میں دہرایا۔ ہر مبلغ کو یہ کہنا پڑتی ہے، یہ سب سے زیادہ سخت ہے اور اس سے مخالف گروہ چڑ جاتا ہے۔

خدا کا پیغمبر کہتا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہو وہ نرے نام ہی نام ہیں، حقیقت ان کی کوئی نہیں۔ پرستش اور بندگی کے لائق اللہ کی ذات ہے ان کے نام تم نے رکھے یا تمہارے آباؤ اجداد نے، یہ نام ایسے ہیں جن کے مسمی جات کوئی حقیقت نہیں رکھتے صرف میرا خدائے واحد ہے جس کا نام بھی پاک ہے جس کی ذات بھی پاک ہے۔

ما انزل اللّٰہ بھا من سلطٰن۔ اللہ کے بندو! وہ باتیں مانو جو خدا نے فرمائیں۔ ان کے متعلق خدا نے کون سی دلیل یا سند اتاری ہے؟ خدا نے کہا ہے کہ ان کو مانو، ان کی بندگی کرو؟ جب خدا نے ان کی بندگی کا

نہیں کہا بلکہ کہا ہے کہ جو کر گیا وہ گنہگار ہوگا۔

ان الحکم الا للہ جتنا بھی کاروبار ہے سب میں اللہ کا حکم نافذ ہے۔ سورج ہے اس کا طلوع و غروب ہے۔ چاند ہے اس کا طلوع و غروب ہے، بادل کا آنا ہے، بارش کا برسنا ہے۔ غرضیکہ جتنا کچھ یہاں ہو رہا ہے سب اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے اور جس کے حکم سے سب کچھ ہو رہا ہے بندگی اسی کی ہونی چاہیے۔ اگر تم سوچو تو عقلی اعتبار سے بھی اسی نتیجے پر پہنچو کہ بندگی اور پرستش کے کوئی لائق نہیں سوائے اس کے۔

امران لا تعبدوا الا ایاہ جو خالق ہے جس نے پیدا کیا اسی کے حکم کو مانو، دیکھو اس نے کس بات کا حکم دیا؟ اس نے تو کہا کہ صرف اسی کی بندگی کرو۔

دیکھو خدا کا پیغمبر کس منطقی اور عقلی طریق سے توحید کی تبلیغ کر رہا ہے۔

آدمؑ سے لے کر مجھ تک پیغمبر جس راہ کی دعوت دیتے رہے ہیں وہ یہی راہ ہے اور اسی راہ کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اللہ کو یہی منظور تھا کہ قید خانہ سے دعوت و تبلیغ کا کام شروع ہو۔

وہ اپنی جماعت بنا رہے ہیں اور سب سے پہلے تعبیر پوچھنے والوں کو نیکی کی دعوت دی۔ اور سب سے پہلے دعوت دی توحید کی طرف، عقیدہ کی درستگی کی طرف! اور غیر مسلم کو جب تبلیغ ہو تو سب سے پہلے عقیدہ کی اصلاح کی بات ہو۔ اس کا عقیدہ درست کیجئے کہ اس کے بغیر جو کام آپ بتائیں گے وہ درست ہی نہیں ہوگا۔ ہر نبی نے سب سے پہلے عقیدہ درست کرنا چاہا۔ اور سب سے زیادہ مشکل اسی میں پیش آئی۔ ہم اور آپ دوسروں کے ساتھ سمجھوتہ کرکے رہ رہے ہیں۔ اگر آپ توحید کی صحیح تبلیغ کرنا شروع کر دیں تو آپ دیکھیں کہ قدم قدم پہ آپ کے لیے مشکل ہوگی، آپ کی مزاحمت ہوگی۔ لیکن خدا کا نبی کہتا ہے میں اس سے باز نہیں آ سکتا۔

ذالک الدین القیم یہی سیدھی راہ ہے جس کی طرف میں دعوت دے رہا ہوں لیکن توحید کے عقیدہ کو ماننے کی جو توفیق ہے وہ کم لوگوں کو ملتی ہے اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔

اچھا یہ نصیحت برحق، یہ بات صحیح، پیغمبر سے ہم یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہر موقعہ پر اپنی بات کے لیے وقت نکال لے گا۔ لیکن خواب کے بارے میں نہیں بتایا۔

ایک نے پوچھا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں شراب کشید کر رہا ہوں بلکہ تورات کے بیان کے مطابق تین ڈالیاں ہیں شراب کی، ان سے میں شراب کشید کر رہا ہوں۔ دوسرا پوچھتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پر تین ٹوکریاں ہیں روٹیوں کی اور پرندے آ کر نوچ رہے ہیں؟ یوسف علیہ السلام نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر تبلیغ شروع کر دی، ان کی تعبیر کیا ہے؟ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کھانا آنے سے پہلے تعبیر بتا دوں گا۔ اب کافی وقت ہو چکا ہے لہٰذا وہ تعبیر بتاتے ہیں۔ جو کل بیان ہوگی۔ انشاء اللہ!

آداب ملاقات

معانقہ کرنا

معانقہ (گلے ملنے کو کہتے ہیں) مصافحہ کرنا خوشی اور محبت کا اظہار ہے جب کوئی شخص مدت کے بعد ملے یا سفر سے واپس لوٹے تو اس سے گلے ملنا مسنون ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ جب مدینہ واپس آئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا آپ کا اس وقت کرتہ اترا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں اٹھے اور زید بن حارثہؓ کو گلے لگا لیا، اور انہیں چوما۔ اسی طرح جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب حبشہ سے واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ سے ملے، تو آپؐ ان سے چمٹ گئے۔ اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا (ابو داؤد) یاد رکھنا چاہیئے کہ سلام، مصافحہ اور معانقہ ان تمام کا مقصد دوسرے مسلمان کا دل خوش کرنا ہے اور اسے راحت پہنچانا ہے اگر مصافحہ یا معانقہ کرنے سے اس کو تکلیف ہو تو شائستگی کا تقاضا یہی ہے کہ مصافحہ یا معانقہ نہ کیا جائے۔

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہیں
تبصرہ باری باری پر ہوگا۔

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

ہمارے فاضل دوست مولانا سمیع الحق بڑی متحرک شخصیت کے مالک ہیں۔ چین سے بیٹھنا ان کی لغت میں گویا ہے ہی نہیں۔ اور مسلسل اضطراب ان کی زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ لیکن حرکت و اضطراب کا یہ سارا سلسلہ قومی و ملّی اور دینی و اجتماعی امور کی نذر ہو جاتا ہے اور یہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

موصوف ایک اچھے خطیب، مدرس، ادیب اور صحافی ہیں۔ "الحق" کی وساطت سے صحافتی دنیا میں وہ اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ اور انتظامی و تدریسی لائن میں دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار گواہ ہیں۔

سال سے کم عرصہ ہوتا ہے انہوں نے اپنے عظیم المرتبت والد گرامی مولانا عبدالحق ایم، این، اے بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیر نگرانی "موتمر المصنفین" کی بنیاد رکھی اور دیکھتی آنکھوں اچھی بھلی ضخیم چار کتابیں شائع کر ڈالیں زیر تبصرہ کتاب مؤتمر کی تیسری کاوش ہے اور بڑی عظیم کاوش۔

قارئین کو معلوم ہے کہ ۷۰ء کے انتخاب میں اکابرین جمعیۃ کی درخواست پر مولانا عبدالحق نے حلقہ نوشہرہ سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا اور بڑے بڑے جغادریوں کو عبرتناک شکست دے دی (جن میں سرحد کے موجودہ وزیر اعلیٰ بھی شامل تھے) مولانا ایک مدرس قسم کے آدمی، جسمانی اعتبار سے کمزور اور کئی امراض کا شکار لیکن ان ساری چیزوں کے باوجود انہوں نے کمال استقامت و جرأت سے اسمبلی میں حق کی ترجمانی کا فریضہ ادا کیا۔ اور اپنی نپی تلی تقاریر، ضروری اور اہم قرار دادوں اور مناسب و بر موقعہ سوالات سے اپنی شخصیت کا لوہا منوا لیا۔

یہ انتہائی اہم ذخیرہ ضائع ہو جاتا تو ملّت کا انتہائی نقصان تھا لیکن خدا بھلا کرے مولانا سمیع الحق کا کہ انہوں نے اپنے دوست ایس، اے فاروقی صاحب کو اس کام پہ لگایا انہوں نے دس ہزار سے زائد صفحات کو بڑی جانکاہی سے کھنگالا اور ۴۰۰ صفحات کی یہ کتاب مرتب کر ڈالی۔

اس کتاب میں کل دس ابواب ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں:۔

زیر بحث قرار دادیں، آئین سازی، ترمیمات پہ تشریحی تقریریں، مسودہ دستور میں ترمیمات، قومی و ملّی معاملات پہ تقریریں، التوا کی تحریکیں، بجٹ تقاریر، سوالات و جوابات، حلقہ انتخاب سے متعلق اور قادیانی جماعت پہ جرح!

فاضل مرتب نے حضرت مولانا مفتی محمود کی آئین میں پیش کردہ ترمیمات کو شامل کتاب کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

کہنے کو تو یہ کتاب ایک فرد (مولانا عبدالحق) کی اسمبلی میں کارگزاریوں پر مشتمل ہے لیکن فی الحقیقت یہ اسمبلی کی اس گزشتہ پوری مدت (جو تین سال سے زائد عرصہ پہ حاوی ہے) میں اسلامی قوتوں کی صبر آزما جنگ کی داستان ہے جس سے آپ کو اسلام کے مخلص خدام اور نعرہ بازوں سے متعلق بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔

قیمت محض ۱۵/- روپے ہے جو بالکل واجبی اور مناسب ہے۔ طباعت کتابت بہت اچھی سفید کاغذ، ٹائیٹل خوبصورت۔

پتہ: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

بقیہ: انتخاب لاجواب

بھر کر لائی اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی نیت ٹھیک ہو گئی ہے اس مرتبہ خوب رس نکلا۔

لا الٰہ الا اللہ

ظہیر احمد تاج

یقین و علم و خبر لآ الٰہ الآ اللہ
مآلِ فکر و نظر لآ الٰہ الآ اللہ

نشاطِ قلب و جگر لآ الٰہ الآ اللہ
قرارِ دیدۂ تر لآ الٰہ الآ اللہ

نجوم و شمس و قمر لآ الٰہ الآ اللہ
نہ بحر و بر نہ شجر لآ الٰہ الآ اللہ

وفورِ شوق کا حاصل، نگاہِ عشق کا نور
نہ برق ہے نہ شرر لآ الٰہ الآ اللہ

تجلیات کا خالق ہے حق تعالیٰ صرف
ملک نہ جن و بشر لآ الٰہ الآ اللہ

ہر ایک رنگ ہے نغمہ، ہر ایک نکہت کیف
سرودِ شام و سحر لآ الٰہ الآ اللہ

وہی ہے رازقِ مطلق وہی ہے ربِّ جہاں
وہی ہے مہرِ نظر لآ الٰہ الآ اللہ

اُسی کا پڑھتے ہیں کلمہ خلائقِ عالم
وہ پھول ہوں کہ ثمر لآ الٰہ الآ اللہ

شہود و غیب کی ہر شئے کا ہے وہی معبود
بہ حرف و شرحِ دِگر لآ الٰہ الآ اللہ

اُسی کے اذن سے ہے ہست و بود اور فنا
اُسی کا سب پہ اثر لآ الٰہ الآ اللہ

وہی ہے مالکِ تقدیر، لا شریک لہٗ
اُسی سے نفع و ضرر لآ الٰہ الآ اللہ

ہیں ابتلا کے اندھیرے قدم قدم پہ مگر
ہے شمعِ راہ گزر لآ الٰہ الآ اللہ

اُسی کا سکّہ رواں ہے ازل سے تا بہ ابد
نہیں ہے اس سے مفر لآ الٰہ الآ اللہ

ہزار کبر کے دعوے کئے ہیں دنیا نے
ہیں سب ہی زیر و زبر لآ الٰہ الآ اللہ

یہ آسماں، یہ زمیں، یہ فضائے نیل و نہار
ہیں کس کے دست نگر؟ لآ الٰہ الآ اللہ

یہ آبجو کے ترانے، یہ گلعذارِ جمال
فروغِ سمع و بصر، لآ الٰہ الآ اللہ

ہر ایک پتّہ ہے اک معجزہ خرد کے لیے
کیا ہے غور اگر لآ الٰہ الآ اللہ

ہر ایک غنچہ ہے اک شاہکار قدرت کا
نثارِ فکر و نظر، لآ الٰہ الآ اللہ

عجیب جدتِ فطرت ہے تاج ہر شئے میں
ہے قطرہ قطرہ گہر لآ الٰہ الآ اللہ

مزاجِ دشت ہے ہم رنگِ گلستاں لاریب
ہے آب[1] نارِ سقر لآ الٰہ الآ اللہ

وہ جس نے ذرّہ میں رکھی ہے تابکاریٔ مہر
کمال! اُس کا ہنر لآ الٰہ الآ اللہ

اُس نے دل کو دیا سوز، روح کو نغمہ
متاعِ کیف اثر لآ الٰہ الآ اللہ

ہزار نغمۂ توحید کے مضامیں ہیں
لطیف تر ہے مگر لآ الٰہ الآ اللہ

نثار و حمد میں اے تاج ہمنوا ہیں مرے
ہیں کاروانِ[2] سحر لآ الٰہ الآ اللہ

وہی ہے مالکِ کل، میں ہوں جس کا عبد اے تاج
مرا ہے زادِ سفر لآ الٰہ الآ اللہ!

[1] آب، جلنے اور جلانے والی دو ہواؤں کا مرکب ہے۔ [2] کاروانِ سحر: نسیم، خوشبوئیں، طیور

ایک قدم اور آگے

خدام الدین آپ کے بھرپور تعاون کا طالب ہے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور ایک دینی و تبلیغی پرچہ ہے جو آج سے ۴۲ برس قبل شروع ہوا۔ اس کے بانی وہ عظیم المرتبت انسان تھے جو ہماری تعریف و تعارف سے بے نیاز تھے۔ انہوں نے اس پرچہ کو دین متین کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت کے مقدس جذبہ کے تحت شروع کیا اور الحمدللہ کہ ان کی زندگی کے آخری ایام تک پرچہ پوری تابانی سے یہ خدمت سرانجام دیتا رہا۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے وجود باجود سے جو برکات وابستہ تھیں ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ان میں کمی آنا ایک لازمی امر تھا اور اس کا اثر جہاں ہر دوسری چیز پر پڑا وہاں "خدام الدین" بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

تاہم حضرتؒ کے منجھلے صاحبزادے اور جانشین مولانا عبیداللہ انور کی توجہ اور منعم حقیقی کے فضل و احسان کے صدقہ یہ جریدہ اب بھی مصروف خدمت ہے۔

ایک بات جس کا ابتداء سے پاس و لحاظ رکھا گیا یہ تھی کہ بالکل واجبی قیمت پر پرچہ مہیا کیا جائے۔ سو الحمدللہ اب بھی اس کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ بلکہ چند ماہ پہلے صفحات ۳۲ کے بجائے ۲۸ کر کے قیمت وہی ۷۵ پیسے باقی رکھی گئی اور اس طرح ایک بوجھ بھی برداشت کیا گیا۔ اب یہ خیال ہے کہ آئندہ سال ہجری کی ابتداء سے (محرم ۱۳۹۷ھ) پرچہ کے مزید ۴ صفحات بڑھا دئیے جائیں اور ۳۲ صفحات کا رسالہ اپنے معزز قارئین کو ایک روپیہ میں مہیا کیا جائے۔ اس طرح آپ کو زیادہ مواد مل سکے گا اور ادارہ خوش اسلوبی سے کام کر سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری خواہش ہرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ صفحات کم سے کم قیمت کا اصول اپنایا جائے اور اس پر ہم عمل پیرا بھی ہیں۔ ایسے میں آپ کے بھرپور اور مخلصانہ تعاون کی شدید ضرورت ہے۔ والاجر علی اللہ۔

تعاون کی صورتیں

- اہلِ قلم حضرات "خدام الدین" کی پالیسی کے مطابق اپنے مضامین ارسال فرمائیں۔
- کاروباری حضرات اشتہارات کے ذریعہ تعاون فرمائیں۔ ● صاحب ذوق حضرات مستقل خریدار بن کر ادارہ کی سرپرستی فرمائیں۔
- ایجنٹ حضرات بقایاجات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آئندہ کے لیے بل کی ادائیگی کا بروقت اہتمام فرمائیں۔
- اور اہلِ خیر و صاحب ثروت حضرات عطیات کے ذریعہ سرپرستی کریں تاکہ ایسے حضرات کو بھی پرچہ مہیا کیا جا سکے جو خواہش تو رکھتے ہیں لیکن حالات اجازت نہیں دیتے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری ان گزارشات کو ہر طبقہ کی طرف سے قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو گا۔ پرچہ کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہم آپ کی بہترین اور مخلصانہ آراء کو پوری توجہ سے دیکھیں گے۔

مخلصانہ تعاون کے طالب :- کارکنان ادارہ خدام الدین لاہور

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے ...